ارشاد الطالبین
فی
احوال المصنفین
من تالیفات
رفیق احمد عفا اللہ عنہ "رفیق" المہروی ثم الفتیوی
خادم التفسیر و الفنون بالجامعة الاسلامیة الضیریة، بفتیہ
بن امام العصر شیخ الحدیث السید احمد، بارك الله فی حیاته
مع تقاریظ: (۱) از رئیس المدرسین الشیخ الامام (السید احمد) بارک اللہ فی حیاتہ
التلمیذ الخاص للشیخ محمد انور شاہ الکشمیری ؒ
(۲) از فضیلة الشیخ امیر حسین مد ظلہ العالی۔
المحدث الکبیر بالجامعة الاسلامیہ الضمیریة بفتیہ۔
(۳) الفاضل اللبیب الادیب الاریب محمد سلطان ذوق صاحب مد ظلہ
استاذ الحدیث والادب بالجامعة الاسلامیہ الضمیریة۔
قام بنشرها
میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

ارشاد الطالبین

فی

احوال المصنفین

من تالیفات

رفیق احمد عفا اللہ عنہ "رفیق" المہروی ثم الفتیوی

خادم التفسیر و الفنون بالجامعۃ الاسلامیۃ الضیغمیۃ، بفتیہ،
بن امام العصر، شیخ الحدیث السید احمد، بارک اللہ فی حیاتہ

مع تقاریظ: (۱) از رئیس المدرسین الشیخ الامام (السید احمد)۔ بارک اللہ فی حیاتہ
التلمیذ الخاص للشیخ محمد انورشاہ الکشمیریؒ۔

(۲) از فضیلۃ الشیخ امیر حسین مد ظلہ العالی۔
المحدث الکبیر بالجامعۃ الاسلامیہ الضیغمیۃ بفتیہ۔

(۳) الفاضل اللبیب الادیب الاریب محمد سلطان ذوق صاحب مد ظلہ
استاذ الحدیث والادب بالجامعۃ الاسلامیہ الضیغمیۃ۔

قام بنشرہا

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

فہرست مضامین

مضامین	صفحات
تذکرۂ صاحب ۔ ادلۃ الواضحہ فی تفسیر سورۃ فاتحہ ۔	۱۰۴
〃 〃 رسالۂ قطبیہ	۱۰۲
〃 〃 المحاکمات ۔	۱۰۱
〃 〃 زادالسالکین ۔	۱۰۸
〃 〃 روض الریاحین ۔	۱۱۰
〃 〃 البرہان ۔	۱۱۰
〃 〃 شرح القواعد	۱۰۳
〃 〃 شرح العجالہ ۔	۱۰۳

تقریظ منیف

از رأس المحققین امام العارفین الادیب الفقیہ المحدث سماحۃ الشیخ الحاج الحافظ الامام احمد بارک اللہ فی حیاتہ رئیس المدرسین واحد البانئین بالجامعۃ الاسلامیۃ الفخیریۃ بعقیہ والتلمیذ الخاص للشیخ محمد انور شاہ الکشمیریؒ

الحمد للہ الذی ھدانا الیٰ صراط مستقیم. والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد رسولہ الکریم. والہ واحبابہ اجمعین

امّا بعد:- بندۂ ناداں امیدوار رحمت رحمٰن مسمّی احمد غفرلہ الصمد قلم طراز ہے کہ بندہ زادہ عزیزم مولوی محمد رفیق احمد سلمہ تعالیٰ واطال حیاتہ نے سوانح حضرات مصنفین عظام ومحدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے بارے میں عرق ریزی اور اوقات ثمینہ صرف کرکے متعدد معتبر کتابوں سے مواد فراہم کئے ہیں۔ اور ماشاء اللہ ایک اچھی کتاب مرتب کی۔ تاکہ طلبہ وعلماء اور مدرسین کرام ان کے احوال پر مطلع ہوکر بسہولت مستفید ہوسکیں۔

میں نے اکثر مسودہ اوراق کو غور سے مطالعہ کیا۔ بحمد اللہ اس کے مضامین وعبارات مسرودہ کے سیاق وسباق پر مطلع ہوکر دل نہایت خوش ہوا۔ اور زبان وجنان سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم اپنی رحمت سے اس کی حیات دراز فرمائے اور صحت وعافیت دائمی بخشیں اور ایسے امور خیر کی توفیق عطا فرمائیں جن سے ہر کہ ومہ، کس وناکس اپنی اپنی حیثیت کے موافق منتفع ہوسکے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم آمین یا ارحم الراحمین واجعل ھذا التصنیف خالصًا لوجھک الکریم والھم قیمتہ وحبہ فی قلوب الصادقین وعمم نفعہ لسائر المسلمین

مناسب ہے بلکہ ضروری ہے کہ طلباء و مدرسین کا ہر فرد اس رسالہ کا ایک ایک نسخہ ساتھ رکھے تاکہ بوقت ضرورت کام لے سکے۔

مخفی نہ رہے کہ حضرات مصنفین عظام کی عظمت و توقیر سے کسی اہل علم یا طالب کا دل خالی نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہم انہی حضرات کے خوان علوم کے لقمہ چین ہیں۔ اور ان کی تالیفات سے مستفیض ہو کر ہی دوسرے کو بہرہ ور کر سکتے ہیں۔

لاجرم لازم ہے کہ ان کے احوال پر مطلع ہو کر ان کی محبت کا سکہ قلب میں جمایا جائے تاکہ عند اللہ و عند الناس فائز المرام ہو سکے۔ وما علینا الا البلاغ

احقر الناس احمد غفرلہ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ

صورة ما كتبه امام المعقول والمنقول حاوى الفروع والاصول فضيلة الشيخ الحاج الحافظ امير حسين مدظله العالى المحدث الكبير بالجامعة الاسلاميه القمرية بفتيه

الحمد لله وحده والصلوة على من لا نبي بعده

اما بعد: فقد طالعت هذه الرسالة العجيبة الفريدة الغراء من عدة مقامات فوجدتها كافية في بابها ومغنية عما سواها. لابد لكل من يريد معرفة احوال المصنفين وانسابهم ومواليدهم ووفياتهم ونحو ذلك من الاحوال لاسيما احوال مصنفي الكتب المتداولة الدرسية من مطالعة هذه الرسالة العزيزة.

ففيها اشياء كثيرة مهمة غريبة من هذا القبيل مجموعة مما تشتت في كتب القوم واسفارهم لايظفر بها الا القليل النادر

فالمرجو من المولى الكريم ان يتقبلها بفضله العميم وان ينفع بها العامة والخاصة من عباده . انه تعالى جواد كريم بر رؤوف رحيم .

وانا عبده الاحقر امير حسين عفا الله عنه
الخادم بالجامعة الاسلامية الضميرية بفتية
٢٧ من شهر جمادى الاولى سنة ١٣٩٩ من الهجرة النبوية -

ما كتبه
الفاضل اللبيب الاديب الاريب محمد سلطان ذوق مد ظله
استاذ الحديث والادب بالجامعة الاسلامية الضميرية

الحمد لله الذي علم بالقلم وعلم الانسان مالم يعلم والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله وصحبه ينابيع الحكم .

وبعد - يسرني ان اكتب على هذا الكتاب كلمة تشجيعية لمؤلفه المؤقر ولكل من يخطو الى مثل هذه الساحة المباركة من اخواننا المتضلعين من علوم الجامعة الاسلامية الضميرية قاسم العلوم بفتية ، كثر الله امثالهم ان عملية التاليف لاسيما تقديم الفوائد المبتكرة مقتطفا من بساتين شتى واهداءها الى من يتنافس فيها لجهد مبارك مشكور وخطوة سعيدة لاينسعد بها الا فحول الرجال من كل عصر وقليل ماهم . وانى كاخ للسائرين فى طريق العلم اتشرف بتوجيه النداء اليهم ان يقدروا هذا المجموع القيم حق قدره ويتلقوه بالقبول الحسن . واسئل الله تعالى ان يتقبله ويوفى صاحبه اجره وينفع به كل معاصر مقسط او خلف رشيد . والسلام

العبد العاصي محمد سلطان ذوق . المدرس بالجامعة الاسلامية بفتية ء

بسم اللہ

"پیش لفظ"

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔

اما بعد:۔ دیگر علوم وفنون کی طرح سوانح نگاری بھی ایک قدیم فن ہے۔ اور اس میں بزرگان دین اور اکابر ملت کے سوانح اہم ترین عنصر ہے۔ کیونکہ انسان کے دل میں علوم وفنون کی عظمت بزرگوں کے حالات وحکایات اور مقالات کی واقفیت سے ہوتی ہے۔ خصوصاً جن حضرات سلف صالحین کی کتابوں سے ہم استفادہ کرتے ہیں۔ اسلامی آداب واخلاق سیکھتے ہیں۔ اللہ ورسول کی پہچان حاصل کرتے ہیں۔ رموز شرع اور اسرار دین سے واقف ہوتے ہیں۔ ایسے مصنفین ومؤلفین کے حالات زندگی کے باغ بہار میں وہ وسعت ہوتی ہے۔ کہ اس کا گلچین اپنی تنگ دامانی کا شاکی ہوتا ہے۔

کیونکہ انہوں نے علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت اور قوم وملت کی قیادت میں اپنی اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے۔ اور امت محمدیہ کے لئے ایسا خوان نعمت ورثہ میں چھوڑا ہے۔ جس سے لقمہ خواری کا لاکھوں کروڑوں کو نصیب ہوا۔ اور ان کے چمنستان کمالات سے خوشہ چینی کا شرف مقبولان بارگاہ کو حاصل ہوا۔ اور وہ اکابر دین اپنے اپنے زمانہ کے مقتدائے قوم اور رہنمائے ملت ہوتے ہیں۔

ان کے حالات زندگی کی واقفیت کے ساتھ کتابوں کی عظمت ووقار دلیں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ فی الحال بندہ سے مولوی حافظ عبید اللہ سلمہ دو کتابیں تالیف کرنے کیلئے اصرار کر رہے ہیں۔ ایک میں تمام درسی کتابوں کے مؤلفین کی مختصر سوانحعمری پر روشنی ڈالی جائیں۔ اور دوسری کتاب اکثر علوم کی تعریفات، موضوعات، اغراض وغیرہ پر مشتمل ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ چند عربی خطوط بھی شامل کئے جائیں۔

لیکن ہم جیسے نااہل کے لئے صرف یہ نہیں کہ مشکل ہے بلکہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ تاہم عدیم الفرصتی کے باوجود "کشف الظنون" "الجواہر المضیہ"، "معجم المصنفین" "تذکرۃ الاولیاء"

المنجد (جدید)، شاندار ماضی، حیات ولی اور درسی کتابوں کے مقدمات وشروحات وغیرہ سامنے رکھتے ہوئے توکلاً علی اللہ اس کام کا عزم کیا۔ تقریباً دو مہینہ میں ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ کو اس کے مسودہ سے فراغت حاصل کی۔ جن کتابوں کی عبارات زیادہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی وہ تغیر یسیر کے ساتھ مع حوالہ تحریر کر دی گئی۔

حضرات مصنفین رحمہم اللہ کے مختصر حالات پر مشتمل یہ رسالہ طباعت ہو کر آپ کے سامنے آرہا ہے اور دوسری کتاب "حرز الطالبین" کے نام سے دو ایک ماہ میں انشاء اللہ تعالےٰ شائع ہونے والی ہے۔

حضرات ناظرین کرام سے میری التجاء یہ ہے کہ وہ عبارات کی خامیوں اور طرز ادا کی کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے تحقیقی طور پر کہیں غلطیاں نظر سے گذریں تو بندہ کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درست کر دیا جائے۔ اور جلیل القدر بزرگوں کے صحیح حالات سے اپنی اپنی زندگی کو بنائیں اور ناچیز کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

اللہ تعالےٰ اس رسالہ کو بندہ کے لئے نجات اخروی کا وسیلہ بنائیں

آمین ثم آمین ۔ بحرمۃ سید المرسلین

احقر الناس العبد العاصی رفیق احمد رفیق کان اللہ لہ

المھروی ثم الفتیوی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

۸۹۶ھ

تذکرۂ حضرت امام بخاریؒ

امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری۔ حافظ ابن حجرؒ نے بردزبہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ہم مذہب تھے۔ جس سے ان کا آتش پرست ہونا متبادر ہے۔ امام کے پردادا مغیرہ نے یمان الجعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جو اس وقت حاکم بخارا تھے۔ اور پھر بخارا ہی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اسی وجہ سے امام بخاری کو جعفی بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قدیم زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا اسی سے نسبت ولاء متعلق ہو جاتی تھی امام صاحب کے والد ماجد اسمٰعیل بھی بڑے درجے کے محدث تھے۔ ان کی کنیت ابو الحسن ہے۔ یہ امام مالکؒ کے شاگرد تھے۔ عبد اللہ بن مبارک سے بھی شرف صحبت حاصل رہا ہے۔

ولادت و تعلیم و تربیت

امام بخاریؒ شہر بخارا میں نماز جمعہ کے بعد مورخہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نحیف البدن دُبلے اور درمیانہ قد کے تھے۔ بچپن ہی میں والد کا وصال ہو گیا۔ اس لئے تربیت کی ذمہ داری والدہ محترمہ پر آ گئی ہے۔ دس سال کی عمر میں امام صاحب تعلیم مکتب سے فارغ ہو گئے۔ اور اسی اثناء میں حدیثیں یاد کرنے کا شوق دلنشیں ہوتا گیا۔ اسی وجہ سے مختلف حلقہ ہائے درس میں شامل ہونے لگے۔

بخارا کے محدث داخلیؒ کے درس حدیث میں شریک ہوئے۔ ایک دن حضرت الاستاذ سند بیان کرتے وقت سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم فرمایا۔ امام بخاریؒ فوراً بول پڑے کہ ابو الزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی۔ امام صاحبؒ کو ڈانٹتے ہوئے محدث داخلی کھڑے ہوئے۔ اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی۔ امام صاحب کی بات درست تھی واپس آئے اور فرمایا کہ لڑکے! اصل سند کیا ہے۔ امام رحؒ نے کہا عن الزبیر وھو ابن عدی عن ابراھیم۔ پس قلم لیکر اپنی قراءت کی کتاب کو اصلاح کیا۔ اس وقت آپ کی عمر

گیارہ سال کی تھی۔ اور سولہ سال کی عمر میں آپ نے عبداللہ بن مبارک کی کتابیں حفظ کرلی تھیں اور وکیع کے نسخے بھی ازبر کر لئے تھے۔ جب اٹھارہ سال کے ہوئے تو سلسلۂ تصنیف شروع کیا تھا۔

امام بخاری سے اساتذہ اور شیوخ زیادہ مرعوب تھے۔ امام صاحب کے خاص استاذ خود علامہ بیکندیؒ نے تو یہ فرمایا ہے کہ محمد بن اسماعیل کے آجانے سے مجھ پر عالم تحیر طاری ہوجاتا ہے۔ اور میں انکی وجہ سے احادیث بیان کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

طلب علم کیلئے امامؒ کا سفر

امام بخاری رحؒ کے والد ماجد ذی ثروت تھے آپ نے طلب حدیث کے لئے۔ مکہ، مدینہ کوفہ، بصرہ، مصر، شام، بلخ، رَے، ہرات، نیشاپور، خراسان وغیرہ دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ آٹھ دفعہ بغداد گئے۔ غرض امام صاحبؒ نے طلب حدیث کے لئے تقریباً تمام اسلامی ممالک کا سفر اختیار فرمایا۔ جیسا کہ اثیر الدین ابو حبان نے امام بخاری اور ان کی جامع کی مدح میں کہا ہے۔

وان البخاری الامام لجامع اور یقینا امام بخاریؒ ان محدثیوں میں سے۔	بجامعه منها اليواقيت والدرا اپنی جامع میں موتیوں اور یاقوت کو جمع کرنیوالے ہیں
له تصانيفه نور ونور لناظر انکی تصانیف کلیاں ہیں اور آنکھ کیلئے نور	فقد اشرقت نهرا وقد انبعت زهرا جو روشنی سے چمکدار ہوئیں اور کلیوں سے ثمردار ہوئیں
له وكم بذل النفس المصونة جاهدا اپنے برگزیدہ نفس کو اس سلسلہ میں مشقت میں ڈال	فجاز لها بحرا وجاز لها برا دریا کو پار اور کبھی خشکی کو طے کیا۔
له وطورا عراقيا وطورا يمانيا کبھی عراق میں آئے۔ اور کبھی یمن میں۔	وطورا حجازيا وطورا اتى مصرا کبھی حجاز میں اور کبھی مصر میں۔

یہاں تک کہ ایک ہزار اسی محدثین سے حدیثیں سنیں۔ امام موصوف تبع تابعین کے طبقہ وسطیٰ سے حدیثیں لی ہیں۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے اسحاق بن راہویہ، علی بن المدینی مکی بن ابراہیم۔ احمد بن حنبل، احمد بن ابی الولید الحنفی۔ یحییٰ بن یحییٰ۔ ابراہیم بن المنذر ابو الولید احمد بن الانمدقی۔ علی بن الحسن اور یحییٰ بن معین تھے ۱۲

امام بخاریؒ سے نوے ہزار آدمیوں نے کتاب الجامع الصحیح کو بلاواسطہ سنا ہے۔ جن میں امام مسلم۔ امام ترمذی۔ ابن خزیمہ۔ امام نسائی۔ ابوحاتم الرازی۔ ابوزرعۃ الرازی وغیرہم مشہور و معروف ہیں۔ اور سب سے آخری سامع فربری ہے جسکی روایت آجکل علو اسناد کیوجہ سے زیادہ شائع و ذائع ہے۔ آپ علم علل حدیث میں انفرادی صلاحیت کے مالک تھے۔ امام ترمذی نے کتاب العلل میں فرمایا ہے کہ میں نے جامع ترمذی میں حدیثوں کی جس قدر علتیں بیان کی ہیں۔ یا فن رجال و تاریخ کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کا بیشتر حصہ خود امام بخاری سے یا انکی تاریخ سے لیا ہے۔

امام صاحبؒ کی قوت حافظہ

امام صاحب کے حالات، وسیرت اور قوت حافظہ کے سلسلے میں۔ "العقد المذهب" "سبل السلام" "الفوائد الدراری" وغیرہ مستقل تالیفات ہیں۔ یہاں صرف ایک دو باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ امام بخاریؒ دارالخلافۃ بغداد میں تشریف لے گئے۔ سیکڑوں شیوخ حدیث وہاں اقامت پذیر تھے۔ بغداد کے تمام محدثین نے امام کا امتحان لینے کے لئے سو احادیث منتخب کیں۔ اور پھر ان احادیث کی اسانید و متون بدل دئے۔ اور ان احادیث کو دس محدثین پر برابر تقسیم کر دیا گیا۔ تاکہ کسی مجلس میں امام کا امتحان لیا جائے۔ چنانچہ مجلس منعقد ہوئی۔ اہل شہر اطراف و جوانب کے لوگ جمع ہو گئے۔ محدثین نے خلط ملط کی ہوئی احادیث مسلسل امام کے سامنے پڑھنی شروع کیں۔ محدثین کی ہر ہر حدیث کے جواب میں امام بخاریؒ لا اعرفہ یعنی مجھے معلوم نہیں فرماتے رہے۔ جب امام صاحب کو معلوم ہوا کہ وہ حضرات اپنے مدعا سے فارغ ہو چکے تو امام پہلے شخص کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ نے پہلی حدیث اس طرح بیان کی تھی جو درست نہ تھی۔ صحیح اس طرح ہے۔ اسی طرح دوسری، تیسری حدیث کی تصحیح فرمائی اور پھر تمام لوگوں کی پیش کردہ غلط احادیث غلط اور صحیح دونوں طرح اسی ترتیب کے ساتھ سنا دیں جب امام صاحب اصلاح فرما چکے تو اہل بغداد کو امام کے حافظہ اور ان کے مبلغ علم کا اندازہ ہوا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا کہ امام کی جانب سے احادیث کا صحیح فرما دینا تو اتنی تعجب خیز بات نہیں۔ کیونکہ امام پہلے ہی سے حافظ حدیث تھے۔ حیرت تو اس پر ہے کہ ان لوگوں نے جس غلط ترتیب سے امام کے سامنے احادیث پیش کی تھیں۔ امام نے اس ترتیب کے ساتھ

اصلاح بھی فرمائی۔ امام کے اساتذہ میں آپ کو کسی نے سید الفقہاء کہا۔ کسی نے انہیں امام مالک کا ہم پایہ قرار دیا۔ اسحق بن راہویہ نے فرمایا کہ اگر محمد بن اسماعیل حسن بصری کے زمانہ میں ہوتے تو حسن بصری بھی معرفت حدیث وفقہ میں انکی طرف محتاج ہوتے۔

شیخ بخاری ومسلم محمد بن بشار نے فرمایا کہ حفاظ الدنیا چار ہیں۔ (۱) ابوزرعہ رَی میں (۲) مسلم بن حجاج نیشاپور میں۔ (۳) عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی سمرقند میں۔ (۴) محمد بن اسمٰعیل بخارا میں۔

علی بن حجر نے فرمایا خراسان میں تین شخص جلیل القدر پیدا ہوئے۔ (۱) ابوزرعہ رَی میں۔ (۲) محمد بن اسماعیل بخارا میں۔ (۳) عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی سمرقند میں لیکن سب سے زیادہ عالم، فہیم، ذی بصارت محمد بن اسمٰعیل ہیں۔ محمد بن حمدویہ سے مروی ہے کہ انہوں نے محمد بن اسمٰعیل کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیث اور دو لاکھ غیر صحیح حدیث یاد ہیں۔

امام صاحب کی بے پناہ شہرت امام مسلم کا بیان ہے کہ جب نیشاپور والوں کو امام کی تشریف آوری کی اطلاع پہنچی تو شہر والوں نے تین تین منزلوں سے امام کا استقبال کیا۔ امام مسلم کا بیان ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں اس شان وشوکت کا استقبال نہ کسی اہل علم کا دیکھا نہ کسی حاکم کا۔ محمد بن منصور کے بیان کے مطابق گھوڑے سوار چار ہزار تھے۔ پیادہ پا اور خچر والے اور گدھوں پر سوار ہونے والوں کا کوئی حساب نہ تھا۔

امام کا مسلک ابوعاصم نے امام بخاریؒ کو طبقات الشوافع میں شمار فرمایا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کرابیسیؒ، ابو ثورؒ، زعفرانی سے احادیث سنیں۔ اور حُمیدی سے فقہ حاصل کیا۔ یہ تمام حضرات امام شافعیؒ کے تلامذہ ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ شافعی ہوئے۔ دوسری طرف علامہ ابوالحسن بن العراقی فرماتے ہیں کہ امام صاحب حنبلی ہیں۔ کیونکہ امام کی تشریف آوری بغداد میں آٹھ مرتبہ ہوئی۔ اور ہر مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل کے پاس حاضری دی۔ اور آخری بار تو امام احمدؒ نے امام بخاری کو الوداع کہتے ہوئے "تاسف" بھی فرمایا تھا۔ اس لئے امام صاحبؒ حنبلی ہوئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی حنبلی سے تحصیل علوم اور تلمذ کی بنا پر کسی کو شافعی یا حنبلی کہنا مناسب نہیں۔ امام کے تراجم

بخاری کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام خود مجتہد ہیں کسی کے مقلد نہیں۔ عمومی طور پر ترجمۃ الباب کو دعویٰ کی حیثیت میں رکھتے ہیں اور پیش کردہ حدیث کو اس کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی ترجمۃ الباب اور حدیث الباب کے درمیان مناسبت خفی ہوتی ہے۔ مثلاً معنی صریحی و مطابقی چھوڑ کر معنی التزامی و تضمنی لیکر مناسبت ٹھانی گئی ہے۔

امام بخاریؒ کا تعفف

امام بخاریؒ کی نادر باتوں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی شخص کی غیبت کا سوال نہ کیا جاوے گا۔ کیونکہ میں نے بفضل اللہ کسی کی غیبت نہیں کی۔ سبحان اللہ کس قدر تعفف اور تورع تھا۔ (خدائے تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین)۔

سانحۂ وفات

امام صاحب شب عید الفطر ۲۵۶ھ کو تیرہ روز کم باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور یکم شوال ۲۵۶ھ کو نماز ظہر کے بعد سمرقند سے دو فرسخ کے فاصلہ پر خرتنگ میں مدفون ہوئے۔ دفن کے بعد مزار مبارک سے بہت تیز خوشبو پھوٹی۔ جس کے متعلق مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ خوشبو مشک و عنبر سے بھی زیادہ اچھی تھی۔ جیساکہ حضرت سعدیؒ نے فرمایا ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد دگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

لوگ قبر پر مٹی نہ چھوڑتے تھے۔ اس لئے اس کی حفاظت کے لئے قبر کا احاطہ کر لیا گیا۔ کسی نے امام کی تاریخ ولادت اور عمر اور وفات کو دو شعروں میں اس طرح لکھا ہے

؎ کان البخاری حافظا و محدثا جمع الصحیح مکمل التحریر

امام بخاریؒ حافظ حدیث اور محدث تھے۔ انہوں نے ایسے صحیح کو جمع کیا جو کامل اور منقح د شستہ ہے

له میلادهٗ صدقٌ ومدةُ عمرهٖ ✦ فیها حمیدٌ وانقضیٰ فی نورٖ

انکی ولادت صدق ۱۹۴ھ ہے۔ اور مدت عمر ۶۲ ✦ حمید ہے اور سال وفات نور ۲۵۶ھ ہے۔

عبد الواحد طوسی نے جو اس زمانہ کے صلحاء اور اکابر اولیاء میں تھے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے بر سر راہ منتظر کھڑے ہیں۔ انہوں نے سلام کرکے عرض کیا یا رسول اللہ کس کا انتظار ہے؟ آپ نے فرمایا محمد بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری کی وفات کی خبر سنی۔ جب میں نے لوگوں سے وقت وفات کی تحقیق کی تو وہی ساعت معلوم ہوئی جس میں میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں منتظر دیکھا تھا۔

فضائل وخصوصیات بخاری شریف

تیئس[۲] کے قریب امام بخاریؒ کی تصنیفات میں سے قضایا الصحابہ والتابعین۔ التاریخ الکبیر۔ التاریخ الاوسط۔ الجامع الکبیر۔ المسند الکبیر۔ التفسیر الکبیر۔ الادب المفرد۔ جزء القرأة خلف الامام۔ کتاب العلل۔ جزء فی رفع الیدین وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

لیکن سب سے عظیم تصنیف جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا اور جس کی وجہ سے امام کو امیر المؤمنین فی الحدیث جیسے عظیم الشان خطاب سے نوازا گیا اس کا نام "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ" ہے جو بخاری شریف کے نام سے معروف ہیں۔

تمام احادیث مستندہ تکرار کے ساتھ ۷۲۷۵ سات ہزار دو سو پچھتر ہے۔ باستثناء مکررات تقریباً چار ہزار احادیث ہیں۔ اور بعض نے فرمایا روایت مکررہ بخاری شریف میں صرف ایک ہے وہ روایت المندیل ہے۔ جو صفحہ ۲۵۶ اور صفحہ ۶۰۴ میں ہے۔ اور بعض نے کہا روایت مکررہ ایک بھی نہیں۔ کیونکہ روایۃ المندیل میں بھی کچھ فرق ہے۔ اس حدیث کے سوا دوسری احادیث میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ ابوحفص عمر بن عبد المجید نے کہا کہ کتاب بخاری سات ہزار چھ سو سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت سے امام کی صداقت اور خلوص نیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابو الہیثم الکشمیہنی نے بحوالہ فربری امام بخاری سے یہ نقل فرمایا ہے کہ میں نے

اپنی کتاب میں کوئی حدیث اس وقت تک نہیں لکھی، جبتک کہ پہلے غسل نہ کیا، اور دوگانہ ادا نہ کی۔ یہ بات بھی اکثر شہرت یافتہ ہے کہ امام بخاریؒ نے سولہ سال کے عرصہ میں چھ لاکھ احادیث کے اس ذخیرہ میں سے جو ان کے پاس موجود تھا۔ اس بخاری شریف کو انتخاب فرمایا ہے جو ان میں صحیح ترین تھیں ان پر اکتفا کیا۔ اور بعض وہ احادیث جو اسی درجہ پر صحیح تھیں انکو طوالت کے خوف یا کسی دوسرے سبب سے چھوڑ بھی گئے۔

سلیمان بن داؤد حربی نے متصل سند کے ساتھ نقل کیا کہ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ کتاب الجامع الصحیح مسجد حرام میں لکھی ہے۔ بعض نے بخارا۔ بعض نے بصرہ اور بعض نے مکہ شریف کو مقام تصنیف بتایا۔ یہ تمام اقوال صحیح ہیں۔ کیونکہ ان تمام شہروں میں تشریف لے جاکر حدیثیں جمع کرتے تھے اور اس وقت تک کوئی حدیث نہیں لکھی جبتک استخارہ نہ کیا اور دو رکعت نفل نماز ادا نہ کی۔ اور اس کی صحت کا مجھے پورا پورا یقین نہ ہو گیا ہو۔

اور عبدالقدوس بن ہمام سے مروی ہے کہ امام بخاری نے تراجم الابواب کے اس اہم کام کو نبی علیہ السلام کی قبر اطہر اور منبر رسول کے درمیانی مقام میں انجام دیا۔ اور ترجمۃ الباب کو وضع کرتے ہوئے بھی دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔

اس سلسلہ میں نجم بن فضیل اور وراق بخاری کا خواب بھی قابل ذکر ہے۔ کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قبر مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اور جب بھی آپ قدم مبارک اٹھاتے ہیں امام بخاری اپنا قدم اسی جگہ میں رکھ لیتے ہیں۔

ابو زید مروزی کا خواب حافظ ابن حجرؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ میں (ابو زید) رکن یمانی یا حجر اسود (بستان المحدثین) اور مقام ابراہیم کے درمیان سو رہا تھا۔ خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ فرمایا۔ ابو زید! کب تک شافعی کی کتاب کا درس دیتے رہوگے۔ اور ہماری کتاب کا درس نہ دوگے؟ عرض کیا، حضور! آپ کی کونسی کتاب ہے؟ فرمایا جامع محمد بن اسماعیل۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ وقت شدت خوف دشمن، سختی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ بہت دفعہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ (فیض الباری، بستان المحدثین الفلاح النجاری، مقدمہ بخاری شریف وغیرہ)

تذکرہ امام مسلمؒ

امام مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری کی کنیت ابوالحسین اور لقب عساکر الدین ہے۔ اور ان کے دادا کا نام مسلم بن ورد بن کوشاد ہے۔ بنی قشیر عرب کے مشہور قبیلہ کیطرف منسوب ہے۔ نیشاپور خراسان کا ایک بہت بڑا خوبصورت شہر ہے۔ اس لئے ان کو نیشاپوری بھی کہا جاتا ہے۔

امام مسلم سنہ ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا کہ سنہ ۲۰۲ھ اور بعض نے سنہ ۲۰۶ھ بتایا ہے۔ جامع الاصول کے مقدمہ میں ابن الاثیر نے اسی آخر الذکر کو اختیار کیا ہے واللہ اعلم امام مسلم فن حدیث کے اکابرین میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ ابوزرعہ رازی اور ابوحاتم نے ان کی امامت حدیث کی گواہی دی ہے۔ اور انہیں محدثین کا پیشوا تسلیم کیا ہے۔ فن حدیث میں امام بخاریؒ کے بعد ان کا مرتبہ ہے۔ طلب حدیث میں حجاز، عراق و مصر وغیرہ کا سفر فرمایا۔ امام مسلمؒ نے تبع تابعین کے طبقہ وسطی سے حدیثیں لی ہیں۔

ان کے مشہور اساتذہ میں سے احمد بن حنبل، یحیی بن یحیی، قتیبہ بن سعید، اسحق بن راہویہ، زہیر بن حرب، اور امام بخاری تھے۔ ابوحاتم رازی اور اس زمانہ کے دیگر بزرگوں مثلاً امام ترمذی، و ابوبکر بن خزیمہ نے ان سے روایت کی ہے۔

سیرت طیبہ اور انکا وصال :-

امام مسلمؒ کی سیرت طیبہ میں سے خاص باتیں یہ ہیں، کہ آپ نے عمر بھر کسی کی غیبت نہ کی، نہ کسی کو مارا، نہ کسی کو گالی دی۔ صحیح وسقیم حدیث کی پہچان میں اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے۔ بلکہ بعض امور میں انہیں امام بخاری پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل تھی۔

ابوحاتم رازی نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں۔ امام مسلمؒ کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے۔ جہاں چاہتا ہوں۔ رہتا ہوں۔ ابوعلی زاغونی کو ان کی وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ کس عمل سے تیری نجات ہوئی؟ تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند

اجزاء کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان اجزاء کی بدولت مجھے نجات ملی۔ ان کا وصال یکشنبہ کی شام کو ہوا۔ اور ۲۵ رجب المرجب ۲۶۱ھ کو پیر کے دن مدفون ہوئے۔

وفات کا واقعہ

انکی وفات کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے۔ کہ ایک روز مجلس مذاکرۂ حدیث میں آپ سے کوئی حدیث پوچھی گئی۔ آپ اس وقت اس حدیث کو نہ پہچان سکے۔ مکان واپس آکر حدیث کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ کھجوروں کی ایک ٹوکری ان کے قریب رکھا تھا۔ آپ اسی حالت میں ایک ایک کھجور ان میں سے کھاتے رہے اور حدیث کی فکر و جستجو میں کچھ ایسے مستغرق تھے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرمائے۔ اور کچھ خبر نہ ہوئی۔ بس یہی زیادہ کھجور کھا لینا انکی موت کا سبب بنا۔

امام صاحبؒ کی تالیفات اور خصوصیات "مسلم شریف"

امام مسلمؒ کی بہت سی تالیفات ہیں۔ جن میں تحقیق و امعان کامل طور پر کیا گیا ہے مثلاً کتاب المسند الکبیر علی الرجال، کتاب الاسماء والکنی، کتاب العلل کتاب الوحدان، کتاب مشائخ مالکؒ، کتاب مشائخ الثوری، کتاب طبقۃ التابعین، وغیرہ ہیں۔

(۱) اور صحیح مسلم میں خصوصیت کے ساتھ فن حدیث کے لطائف و کوائف اور عجائبات بیان کئے ہیں۔ اور ان میں اخص الخصوص سرد اسانید اور متون کا حسن سیاق اور روایت میں تو آپ کا کامل تقویٰ اور احتیاط اس قدر تھی کہ جس میں کلام کی گنجائش نہیں ہے اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور انتشار کے ضبط میں یہ کتاب بے نظیر ہے۔ حافظ ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا کہ علم حدیث میں روئے زمین پر مسلم شریف سے صحیح ترین اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اہل مغرب کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔

(۲) امام مسلمؒ اخبرنا اور حدثنا میں فرق کرتے ہیں۔ اور پہلے مجمل، مشکل، منسوخ مبہم بالاسانید بیان کرتے ہیں۔ پھر ساتھ ہی ساتھ مبین، ناسخ، مصرح وغیرہ کو ذکر فرماتے ہیں۔

(۳) ہر حدیث کے الفاظ اپنے اصلی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ (۴) اختلاف اسناد کے ساتھ اختلاف لفظ بھی بتاتے ہیں (۵) ایک ہی باب میں ایک مضمون کی صحیح احادیث کا ذخیرہ

× بخلاف بخاری کے ۱۲

باختلاف سند و متن ذکر کرتے ہیں * (۶) آپ نے صحیح مسلم کے ابتداء میں ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں وجہ تالیف کے علاوہ فن روایت کے متعلق بہت سے فوائد بتائے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ امام مسلمؒ نے نہایت تورّع اور احتیاط کے ساتھ اپنی سنی ہوئی تین لاکھ حدیثوں میں سے باسقاط المکرر تقریباً چار ہزار احادیث کو منتخب کر کے صحیح مسلم لکھی ہے۔ تکرار کے ساتھ بارہ ہزار احادیث ہیں۔ لیکن ابو حفص المیانجی نے آٹھ ہزار اور بعض نے قریب قریب دس بتایا تھا۔

حافظ عبد الرحمٰن بن علی الربیع الشافعی یمنی لکھتے ہیں

تنازع قوم في البخاري ومسلم لديّ وقالوا أيّ ذين يقدّم

میرے سامنے بخاری شریف و مسلم شریف کے بارے میں کچھ لوگوں نے تنازع کیا۔ اور کہا! ان دونوں میں سے مرتبہ میں کونسی مقدم ہے

فقلت لقد فاق البخاري صحة كما فاق في حسن الصناعة مسلم

پس میں نے کہا۔ بخاری شریف صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتی ہے۔ جیسے مسلم شریف حسن سیاق اور ترتیب میں فوقیت رکھتی ہے۔

(فتح الملہم، مقدمہ مسلم شریف، بستان المحدثین وغیرہ)

تذکرۂ امام ترمذیؒ

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ترمذیؒ۔ دو سو نو ۲۰۹ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور دو سو اناسی میں وفات پائی۔ آپ امام بخاریؒ کے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ان کے صحیح جانشین مانے جاتے تھے۔ زبردست قوت حافظہ اور ضبط کے مالک تھے۔ ایک مرتبہ سفر حج میں کسی محدث سے ملاقات ہوئی۔ تو انسے حدیث بیان کرنے کی التجا کی۔ محدثؒ نے فرمایا۔ قلم دوات لے آؤ۔ امام موصوف نے بہت تلاش کی مگر نہ ملی۔ شیخ کے سامنے کاغذ پر انگلی سے لکھنے لگے۔ شیخ نے یہ سمجھا کہ قلم دوات ملگئی ہے حدیثیں بیان کرنے لگے۔ اتفاقاً نظر پڑی تو کاغذ خالی پاکر شیخ غضبناک ہوئے۔ امام ترمذیؒ نے

کہاکہ آپ کی بیان کی ہوئی تمام حدیثیں میرے حافظہ میں لکھے ہوئے سے زیادہ محفوظ ہیں شیخ نے کہا۔ ذرا سناؤ تو! بس امام ترمذیؒ نے تمام احادیث پوری صحت کے ساتھ سنادیں شیخ نے بڑے تعجب سے کہاکہ یہ حدیثیں تمہیں پہلے سے یاد ہونگی۔ اب شیخ نے چالیس احادیث اور سنائیں۔ امام ترمذی رحؒ نے وہ بھی زبانی سنادیں۔ بس تمام سامعین خصوصاً محدث کو امام ترمذیؒ کی قوت حافظہ پر بڑا تعجب ہوا۔

" اس کے علاوہ انکی قوت حافظہ کے دیگر حیرت انگیز واقعات بھی ہیں "

ایک مرتبہ جبکہ آپ بوڑھاپے میں نابینا ہوچکے تھے۔ ایک قافلہ کے ساتھ جارہے تھے۔ راستہ میں اونٹ پر بیٹھے بیٹھے ایکدم سر جھکالیا لوگوں نے وجہ دریافت کی۔ تو فرمایاکہ یہاں ایک کیکر کا درخت تھا۔ اس کی شاخ راستہ پر تھی۔ اس لئے جھک کر نکلنا پڑتا تھا۔ جب لوگوں نے انکار کیاکہ یہاں تو عرصہ سے درخت نظر نہیں آیا۔ تو امام ترمذیؒ نے فرمایاکہ اگر میری بات غلط نکلی تو میں روایت حدیث کو چھوڑدوں گا۔ اس پر پرانے اور بوڑھے لوگوں سے تفتیش کیگئی تو انہوں نے تصدیق کی کہ بہت عرصہ ہوا یہاں راستہ پر ایک درخت تھا۔

امام ترمذی کا سفر

امام ترمذیؒ سماعت حدیث کے لئے۔ کوفہ، بصرہ، رَیّ، خراسان وغیرہ مختلف ممالک کی سیر کی۔ امام ترمذی رحؒ حفاظ الحدیث میں سے تھے۔ انہوں نے تبع تابعین سے حدیثیں سنیں آپ کے مشاہیر اساتذہ میں سے قتیبہ بن سعید، محمود بن غیلان، محمد بن بشار، امام بخاری وغیرہ تھے۔

امام ترمذیؒ نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں زیادہ شہرت یافتہ جامع ترمذی ہے، اس کو تصنیف کرنے کے بعد علماء حجاز، عراق، خراسان وغیرہم کے سامنے پیش کیا سب نے اس کو پسند فرمایا۔

خوفِ خدا

امام ترمذیؒ کو خوف و خشیت خداوندی کا یہ عالم تھاکہ کثرت بکا کی وجہ سے آخری عمر میں آنکھ کی بینائی جاتی رہی۔

امام بخاریؒ نے بھی امام ترمذی سے ایک حدیث روایت کی

امام کا مسلک

اکثر کے قول کے مطابق امام صاحب شافعی تھے۔ لیکن متعدد مسائل میں امام شافعی کے ساتھ اختلاف بھی کیا ہے۔ بعض علماء انکو مجتہد بھی کہتے ہیں ۱۲

خصوصیات و فضائل ترمذی شریف

ترمذی شریف اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بے نظیر کتاب ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ترمذی شریف صحیحین سے زیادہ نفع بخش ہے۔ اس لئے کہ صحیحین سے صرف عالم کامل ہی مستفید ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کتاب سے ہر ایک مستفید ہو سکتا ہے۔ بعض علماء سے یہ بھی منقول ہے کہ مَنْ كَانَ فِي بَيْتِهٖ هٰذَا الْكِتَابُ فَكَاَنَّمَا فِي بَيْتِهٖ نَبِيٌّ يَتَكَلَّمُ یعنی جس کے گھر میں ترمذی شریف ہے گویا اس کے گھر میں ایک نبی موجود ہے جو وعظ و نصیحت کرتا رہتا ہے۔

ترمذی شریف اگرچہ صحت کے لحاظ سے پانچویں نمبر پر ہے۔ لیکن اس میں دوسری خصوصیات ایسی بھی ہیں جن کے لحاظ سے تمام صحاح ستہ میں ممتاز و بے نظیر ہے۔ (اول) ایک یہ کہ امام ترمذی حدیث کی حسن و صحت، غرابت و ضعف وغیرہ سب بیان کر دیتے ہیں جس سے حدیث کا پورا حال ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے۔ (دوم) حدیث کے متابع و مناسب جتنی حدیثیں ہوتی ہیں۔ انکی طرف یا اکثر کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ کر دیتے ہیں۔ اور تطویل و تکرار سے بچ جاتے ہیں۔ (سوم) حدیث کے متعلق ائمہ و فقہاء کا جو اختلاف فقہی ہوتا ہے اس کو ہر حدیث کے بعد بیان کر دیتے ہیں۔ اور فریق مخالف کے دلائل بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ بعض جگہ اپنی طرف سے محاکمہ بھی فرماتے ہیں۔ (چہارم) راویوں میں سے کسی پر اگر کوئی جرح وغیرہ ہوتا ہے تو اس کو بھی بیان کرتے ہیں۔ (پنجم) احادیث ابواب فقہیہ کی ترتیب کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ (ششم) سند میں اگر راوی کا نام مذکور نہ ہو اور صرف کنیت ہو تو اس کا نام بتا دیتے ہیں۔ اور اگر کنیت مذکور نہ ہو تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ (ہفتم) یہ بھی بتاتے ہیں کہ راوی نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے۔ یا نہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حدیث مرسل ہے یا مسند (ہشتم) یہ بھی بتاتے ہیں کہ حدیث معمول ہے یا متروک۔ (نہم) امام ترمذی کا سند ثلاثی بھی ہے بخلاف امام مسلم و ابوداؤد کے کہ وہ ثلاثی نہیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ایک حدیث اس پر شاہد ہے۔ وھو قولہٗ۔ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ مِنْهُمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ۔ ان وجوہ کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ کتاب مجتہد کے لئے بھی کافی ہے۔ اور مقلد کے لئے بھی۔ (مقدمہ ترمذی شریف، بستان المحدثین، معارف مدینہ وغیرہ)

امام ابو داؤدؒ

سلیمان بن الاشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی کی تحقیق کے موافق یہ نسبت اس اقلیم کیطرف ہے جو ہند کے پہلو میں واقع ہے۔ یعنی یہ سیستان کے معرب ہے جو سندھ و ہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور قندہار کے متصل واقع ہے اور مقام چست جس کیطرف حضرت خواجہ معین الدین منسوب ہیں وہ بھی اسی ملک میں واقع ہے۔

حضرت امام ابو داؤدؒ کی ولادت سنہ ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور خاص طور پر مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ کا سفر کر کے علم حدیث حاصل کیا حفظ حدیث، اتقان روایت، عبادت و تقویٰ اور صلاح و احتیاط میں بلند درجہ رکھتے تھے ان کے ورع کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ایک آستین فراخ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ سے سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ سکوں۔ دوسری آستین کو کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں۔

آپ امام احمد بن حنبلؒ، حضرت قعنبیؒ، یحییٰ بن معین، سلیمان بن حرب اور ابو الولید طیالسیؒ وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ کے شاگرد رشید ہیں۔ آپ سے امام ترمذی اور امام نسائی بھی روایت کرتے ہیں۔ اور آپ کے شاگردوں میں سے چار شخص محدثین کے سردار و پیشوا ہوئے۔ (۱) ابو بکر بن ابی داؤد (آپ کے صاحبزادے) (۲) ابو علی محمد بن احمد بن عمر اللؤلؤی۔ انکی روایت بلاد مشرق میں زیادہ مشہور ہے۔ (۳) ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر المعروف بابن الاعرابی (۴) ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق المعروف بابن داسۃ التمار البصری آپ کے خاص استاذ امام احمد بن حنبل نے حدیث عتیرہ آپ سے روایت کی ہے۔

آپ کے معاصر حضرت موسیٰ بن ہارون نے فرمایا کہ ابو داؤد دنیا میں حدیث کے لئے

اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

امام کا مسلک امام ابو داؤدؒ کے مذہب کے بارے میں لوگ مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں شافعی المذہب تھے۔ اور بعض حنبلی بتاتے ہیں۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابو اسحٰق شیرازیؒ نے انکو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے (واللہ اعلم) تہتر سال کی عمر میں ۱۶ شوال ۲۷۵ھ ہجری کو بروز جمعہ آپ کا انتقال ہوا اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔

خصوصیات ابو داؤدؒ حافظ ابو طاہر نے بسند خود حسن بن محمد بن ابراہیم ازدی سے روایت کی ہے کہ حسن بن محمدؒ نے مجھے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَمَسَّکَ بِالسُّنَنِ فَلْیَقْرَأْ سُنَنَ اَبِیْ دَاوٗدَ۔ اور حضرت ابو العلاء نے بھی بعینہ ایسا خواب نقل فرمایا ہے۔ اور یحییٰ بن زکریا بن یحییٰ، ساجی سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اصل اسلام کتاب اللہ اور ستون اسلام سنن ابی داؤد ہے۔

ابن الاعرابی نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کتاب اللہ اور سنن ابی داؤد کا علم حاصل ہو جاوے تو یہ معاملات دین میں اس کے لئے کافی ہے۔ ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے بہترین محدثین میں سے تھے جب سنن ابی داؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ ابو داؤد کے لئے خدائے تعالےٰ نے علم حدیث کو ایسا نرم کر دیا ہے جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا۔

جب امام ابو داؤد اس سنن کی تصنیف سے فارغ ہوئے اور امام احمد بن حنبل کی خدمت میں اس کتاب کو پیش کیا۔ تو امام احمدؒ نے اس کو دیکھ کر بہت پسند فرمایا۔ اس سنن کی تالیف کے وقت امام ابو داؤدؒ کے پاس پانچ لاکھ حدیثوں کا مجموعہ تھا۔ ان سب حدیثوں میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کو مرتب کیا۔ جو اس وقت چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے۔ اور تقریباً چھ سو احادیث مرسل ہے۔ اور امام ابو داؤد نے خاص طور پر یہ التزام کیا تھا کہ اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیثیں بیان کریں گے جو صحیح ہوں گی یا حسن۔

درجات کتب صحاح ستۃ مشہور یہ ہے کہ سنن ابی داؤد کتب احادیث میں صحیحین کے بعد درجہ ثالث میں ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ صحیحین اور نسائی کے بعد مرتبہ رابعہ

میں ہے۔ اور ترمذی شریف مرتبۂ خامسہ میں اور ابن ماجہ یا مؤطا امام مالک اور بقول بعض طحاوی شریف مرتبہ سادسہ میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(مقدمہ ابی داؤد شریف، بستان المحدثین۔ امانی الاحبار وغیرہ)

تراجمِ امام نسائیؒ

الامام العالم الربانی ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی ملک خراسان کے مقام نساء میں ۲۱۴ھ یا ۲۱۵ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ حافظ حدیث مخزن العلوم، اور جلیل القدر امام تھے۔ بچپن ہی سے آپکو علم حدیث سے بڑا شغف رہا۔ عرصہ دراز تک اس میدان بے پایاں میں عاشق سرگشتہ کیطرح سربکف پھرا۔

ملک خراسان، حجاز، عراق، جزیرہ، شام، مصر اور ان کے علاوہ دوسرے شہروں میں گشت کر کے بہت اکابر شیوخ سے ملاقات کی۔ پندرہ برس کی عمر میں قتیبہ بن سعید بغلانی بلخی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ ان کے علاوہ آپ نے دوسرے جلیل القدر تابعین سے حدیثیں لی ہیں۔

آپ کے مشاہیر اساتذہ میں سے ہناد بن السری، اسحٰق بن راہویہ، محمد بن بشار محمود بن غیلان اور امام ابوداؤد ہیں۔ اور آپ کے مشہور شاگردوں میں ابو القاسم طبرانی، ابو جعفر طحاوی، اور ابوبکر احمد بن اسحٰق وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ صوم داؤدی پر عمل پیرا رہتے تھے۔ اس کے باوجود چار عورتیں آپ کے نکاح میں تھیں اور ہر ایک کے پاس ایک ایک شب رہتے تھے۔ ان کے علاوہ لونڈیاں بھی تھیں۔

آپ کا شمار زمانہ کے ممتاز فقہاء اور ائمہ حدیث میں ہوتا تھا۔ ورع و تقویٰ میں غایت درجے کے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے سنن میں حارث بن مسکین سے روایت کرتے وقت حدثنا۔ یا اخبرنا کا لفظ نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ اس طرح فرماتے ہیں "قرأت علیہ وانا اسمع" جس کی وجہ یہ ہے کہ امام نسائی اور ان کے استاذ حارث بن مسکین کے درمیان منافرت ہوئی تھی۔ اس لئے

وہ حارث کے مجلس میں ظاہر ہو کر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ کسی گوشہ میں چھپ کر اس طرح بیٹھتے کہ حارث کو اطلاع نہ ہو۔ اور ان کا کلام سُن سکے۔

حاکم نے ابو علی نیشاپوری سے روایت کی ہے کہ اہل اسلام میں حفاظ حدیث چار تھے ان میں سے ایک امام نسائی بھی ہے۔ آپ شافعی المذہب تھے۔

سانحۂ وفات

امام نسائی کی وفات کا واقعہ نہایت دل گداز تھا۔ جب آپ اپنی عمر کے آخری حصے میں زیارت کعبہ کی غرض سے مکہ معظمہ کا رخ کیا اور آپ دمشق تک پہنچے تو وہاں دیکھا کہ بنو امیہ اور خوارج کے اثر و رسوخ اور تحریک کیوجہ سے لوگ حضرت علی رضی کے خلاف اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور حضرت علی رضی کو بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ اور آپ وہاں کے باشندے کی ناگفتہ بہ حالات دیکھ کر دمیں رک گئے اور مناقب و مراتب علی رضی میں کتاب "الخصائص" کی تصنیف کر ڈالی ہے۔ اور آپ نے مسجد دمشق میں پڑھکر لوگوں کو سنایا۔ ایک شخص نے پوچھا امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے؟ بعض کی روایت کے موافق امام نسائی نے ان کے حق میں یہ جواب دیا کہ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حرف ایک حدیث لا اشبع اللہ بطنہٗ کے سوا کوئی حدیث نہیں ملی۔

یہ سنتے ہی لوگ آپ پر سخت برہم ہو گئے اور حملہ کر دیا۔ آپ سخت مجروح ہو گئے اور آپ کے خصیتین میں چند شدید ضربیں ایسی پہنچی کہ نیم جان ہو گئے۔ آپ کے جانباز شاگردوں نے آپ کی لاش کو مکہ معظمہ میں لے آیا سنہ ۳۰۳ھ پیر کے روز اٹھاسی یا اناسی ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کو صفا و مروہ کے درمیان سپرد خاک کیا گیا۔

بعض روایت یہ بھی ہے کہ مکہ جانے وقت راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) میں انتقال ہوا پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔

خصوصیاتِ نسائی

یہ مشہور ہے کہ حضرت امام نسائی کی ذات مقدس سرچشمہ علوم تھی۔ آپ نے اپنی مدتِ حیات میں بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف کیں ان میں سنن نسائی زیادہ مشہور ہے۔ پہلے آپ "السنن الکبریٰ" کے نام سے ایک ضخیم کتاب تالیف کی۔ اس شرط پر کہ اسمیں صحیح، حسن بلکہ ہر قسم کی احادیث درج ہوں۔ جب آپ کتاب لکھ کر فارغ ہوئے تو اس کو امیر وقت کے سامنے پیش کیا۔ امیر نے دریافت کیا۔ کیا اس

کتاب میں تمام حدیثیں صحیح ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اس میں ہر طرح کی حدیثیں مندرج ہیں۔ تو امیر مدینہ نے گزارش کیا کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں ہمارے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرما دیجئے۔ امام صاحب نے سنن کبریٰ سے چن چن کر سنن صغریٰ لکھی۔ اور اس کا نام المجتنٰی یا المجتبٰی من السنن الکبریٰ رکھا۔

ابو علی نیشاپوری نے فرمایا امام نسائیؒ کی احتیاط امام مسلمؒ سے بھی زیادہ سخت تھی چونکہ انکی عادت تھی کہ حدیث درج کرتے وقت استخارہ کرتے تھے۔ یہ کتاب تبویب اور بحیثیت اسناد بخاری شریف کا ہم پلہ ہے۔ سرد حدیث میں مسلم شریف کا ہم پایہ ہے۔ نسائی شریف میں منجملہ کل ابواب کی تعداد ۱۷۴۴ اور حدیث کی تعداد ۵۷۶۱ ہیں۔

(حاشیہ سنن نسائی، بستان المحدثین وغیرہ)

تذکرہ امام طحاویؒ

الامام الحافظ الفقیہ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن حباب ازدی حجری مصری طحاوی۔ یہ طحا کیطرف نسبت ہے۔ جو مصر (صعید) کے مقامات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔

صحیح قول یہ ہے آپ ۲۲۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپکی تاریخ ولادت مصطفٰی ۲۲۹ اور مدت عمر محمد ۹۲ ہے ۳۲۱ ہجری کا ماہ ذی قعدہ کی چاندنی رات کو انتقال فرمائے۔ آپکی تاریخ وفات۔ محمد مصطفٰی ۳۲۱ ہے۔ ابن خلکان نے فرمایا امام طحاویؒ کو قرافہ میں دفن کیا گیا۔

آپ نہایت پرہیز گار اور دانشمند تھے۔ مصر میں ریاست حنفیہ کا سہرا انکیں کا سر تھا۔ ہارون بن سعید ایلی، یونس بن عبد الاعلیٰ، محمد بن عبد اللہ بن الحکم، بحیر بن نصر اور ابن وہب کی شاگردوں کی ایک بڑی جماعت سے حدیث کا سماع رکھتے ہیں۔

امام طحاویؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داؤدؒ، امام ابن ماجہ کے چھتیس شیوخ کے ساتھ روایت میں شریک ہیں۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ میں احمد بن القاسم الخشاب، ابن ابوبکر المقریؒ، طبرانی، محمد بن ابی بکر بن مطروح ہیں۔ اور دیگر محدثین کرام بھی آپ سے روایت کرتے ہیں۔

آپ تلمیذ امام شافعیؒ ابوابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی کے شاگرد رشید اور بھانجے تھے اور مذہباً شافعی تھے۔ بعد میں مذہب حنفی کو اختیار فرمایا۔ جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دن اثنائے درس میں مزنی نے ان کو کند ذہن ہونے کی عار دلائی اور کہا کہ خدا کی قسم تجھ سے کچھ نہیں ہوسکے گا۔ یہ کلمہ ان پر بہت گراں گذرا۔ چنانچہ مزنی کی صحبت ترک کرکے ابوجعفر احمد بن ابی عمران حنفی کے درس میں شریک ہوئے اور تا وفات حنفی مذہب پر قائم رہے۔ حصول علم میں جد وجہد کی یہاں تک کہ فقہ کے امام بن گئے۔ اور ایک کتاب مختصر الطحاوی تصنیف کی۔ اس کو تصنیف کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے "رحم اللہ ابا ابراہیم (المزنی) لو کان حیًّا لکفّر عن یمینہ" یعنی ابوابراہیم مزنی پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے کیونکہ وہ شافعی المذہب تھے۔ اور ان کے مذہب میں ایسی قسم میں حانث ہونے پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ پر محققین کا اتفاق نہیں۔ کیونکہ ممارست علم کے ذریعہ فطری غباوت، ذکاوت سے تبدیل ہونا شاذ و نادر ہے۔ بلکہ امام طحاویؒ فطرۃً ذکی اور جید تھے۔

ابن خلکان نے آپ کے حنفی ہو جانے کی اصل وجہ یہ نقل کی ہے کہ امام طحاویؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے ماموں کے برعکس حنفی کیوں ہوگئے! امام صاحب نے جواباً فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں (مزنی) کو اکثر حنفی مذہب کے کتابوں کو مطالعہ کرتے دیکھا۔ اس لئے میں نے بھی اس مسلک کو اختیار کیا۔ مذہب حنفی میں انکی مفید تصانیف ہیں جن سے اپنی وسعت علمی کا پتہ چلتا ہے۔ اور حتی الوسع اپنی سعی تام سے اس مذہب کی تائید فرمائی۔ مختصر الطحاوی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف حنفی مذہب کے مقلد ہی نہ تھے بلکہ مجتہد منتسب تھے کیونکہ اس مختصر میں ایسے بعض مسائل لکھے جو حنفی مذہب کے خلاف ہیں۔ ریحانۃ الہند علامہ عبدالحیٔ لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ طبقات فقہاء میں امام طحاویؒ بھی امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے مرتبہ میں ہیں۔

علامہ کفوی نے طبقات الحنفیہ میں لکھا ہے کہ انکی کتاب "احکام القرآن" بیس ۲۰ اجزاء

سے زائد پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر۔ کتاب الشروط کبیر۔ کتاب الشروط صغیر۔ کتاب الشروط اوسط۔ کتاب السجلات۔ کتاب الوصایا۔ کتاب الفرائض۔ کتاب مناقب ابی حنیفہؒ۔ تاریخ کبیر۔ کتاب نوادر الفقہیہ۔ کتاب نوادر الحکایات۔ اور کتاب اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین وغیرہ آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ الغرض تیس مفید تصانیف امت مسلمہ کیلئے ورثہ میں چھوڑی۔

خصوصیات طحاوی

یہ کتاب ایسی احادیث کثیرہ پر مشتمل ہے جو دیگر کتب حدیث میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ بہت سی ایسی حدیثوں کا پتہ چلتا ہے جو بعض کتابوں میں اسانید ضعیفہ کے ساتھ ہیں اور اس میں اسانید قویہ کے ساتھ بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جو دوسری کتابوں میں بطریق تدلیس روایت کیگئیں اور وہ اسمیں مسند پائی جاتی ہیں بعض احادیث جو دوسری کتابوں میں نہایت اختصار کے ساتھ مروی ہیں اور وہ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ اور اسمیں بعض آثار صحابہ و تابعین ایسے ملتے ہیں جو دوسری کتب احادیث میں نہیں ہیں۔

اختلاف فقہی میں امام صاحب فریق مخالف کی احادیث کو پہلے لاتے ہیں تاکہ آنے والی حدیثوں کے ذریعہ وہ منسوخ ہوجائے۔ یا یہ احادیث ان کے جواب بن جائے۔

اور اخیر میں احادیث منقولہ سے اپنے استنباط غریبہ کے جواہر بکھیرتے ہیں۔ اور اس میں ترتیب فقہ کو ملحوظ رکھ کر ایسی حدیثیں لائے ہیں جن کے مابین بظاہر مناسبت معلوم نہیں ہوتی لیکن امام صاحب ایسی نادر مناسبت استخراج کرتے ہیں جس سے عقل متحیر ہوجاتی ہے۔

علامہ زاہد کوثری "حاوی" میں لکھتے ہیں کہ کتاب معانی الآثار للطحاوی ادلہ مسائل اختلافیہ بیان کرنے میں محاکمہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اور تعلیم طرق تفقہ اور ملکۂ فقہ کے ازدیاد و نمو میں یہ کتاب بے نظیر ہے۔

بہت سے علماء کبار نے اسکی شروحات لکھیں خصوصاً علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری کی دو ضخیم شرح اس میں قابل ذکر ہے۔

(امانی الاحبار، بستان المحدثین وغیرہ)

تذکرۂ صاحب مؤطا مالکؒ

امام دار الہجرۃ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن حارث بن غیمان بن جثیل بن عمرو بن حارث ذی اصبح ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے پردادا ابو عامر غالباً ۲ھ کو مشرف باسلام ہوئے

آپ مدینۃ الرسول کے سب سے بڑے محدث، عالم وفقیہ تھے۔ آپ نے سالم زہری یحییٰ بن سعید نافع، ہشام بن عروہ وغیرہم سے علم حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں امام شافعی یحییٰ بن یحییٰ وعبد اللہ بن وہب وغیرہم تھے۔ جو امام بخاری، امام مسلم امام ترمذی وغیرہم کے استاذ تھے۔ یعنی آپ اصحاب صحاح ستہ کے دادا استاد تھے۔

امام مالک کے مستفیدین وتلامذہ کی تعداد تیرہ سو سے زیادہ ہے۔

آپ کی جلالت علم کا یہ عالم تھا کہ خلیفۂ وقت بھی حلقہ درس میں ایک معمولی شخص کی طرح شریک ہوتا۔ آپ کی طرف منسوب ہونے والی کتابیں حسب ذیل ہیں۔ موطا، رسالہ مالک الی الرشید، احکام القرآن، المدونۃ الکبریٰ۔ رسالۃ مالک الی ابن مطرف۔ رسالۃ مالک الی ابن وہب۔ کتاب الاقضیہ۔ کتاب المناسک۔ تفسیر غریب القرآن۔ کتاب المجالسات عن مالک تفسیر القرآن وغیرہا

لیکن امام کی عظیم المرتبت تصنیف مؤطا ہے جو بعض علماء کی نظر میں قرآن پاک کے بعد اسلامی کتب خانہ کی دوسری کتاب ہے۔

لفظ مؤطا کے لغوی معنی روندا ہوا، یا چلا ہوا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مسوّیٰ شرح مؤطا میں لکھا ہے، روندے ہوئے یا چلے ہوئے کے مساوی معنی یہ ہے کہ جس پر ائمہ اور علماء اکابر چلے ہوں۔ اور جس کو ان تمام راویوں نے روندا اور پامال کیا ہو۔ لیکن صاحب سیرت ائمہ اربعہ کی تحقیق کے موافق "مؤطا" اس راستہ کو کہا جاتا ہے جس پر لوگ بکثرت گذرتے ہیں۔ سنت کے معنی بھی راستہ کے ہیں۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذرے، "مؤطا" وہ پامال راستہ ہے جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ گذرے

میں ابتداءً مؤطا میں دس ہزار حدیثیں تھیں۔ لیکن امام کے خاصۂ صحت پسندی نے تقریباً آٹھ ہزار حدیثیں قلم زد کر دیں ۱۷۲۳
باقی ایک ہزار سات سو تئیس میں سے مسند اور مرفوع چھ سو ۶۰۰ ہیں۔ مرسل ۲۲۵ موقوف ۶۱۳ تابعین کے اقوال و فتاوے ۲۸۵ ہیں۔

مؤطا کے مشہور سولہ نسخوں میں سے زیادہ معتبر اور با وثوق چار ہیں۔ یعنی۔ یحییٰ ابن بکیر، ابو مصعب اور ابن وہب کے نسخے۔ لیکن متداول مشہور اور مقبول ترین یحییٰ کی روایت ہے۔ مؤطا بحیثیت کثرت شروحات و تعلیقات زیادہ خصوصیت کا مالک ہے۔ تقریباً تیس علمائے کبار نے اسکی شرح و تعلیق اور دیگر خدمات انجام دی ہیں۔

صرف مؤطا وہ کتاب مقدس ہے جس کے لئے مہدی، ہادی، رشید، مامون اور امین مشاہیر خلفائے اسلام نے عراق سے حجاز تک سفر اختیار فرمایا۔ اور یاں آخر چھٹی صدی میں بزرگ ترین سلاطین اسلام صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس نے قاہرہ سے اسکندریہ تک اس کی خاطر کوچ کیا۔

حضرت امام مالکؒ زہد و تقویٰ میں یکتا اور سنت نبوی پر عامل بے مثال تھے۔ کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے۔ مدینہ میں ان کی درسگاہ علوم نبوی کی سب سے بڑی یونیورسٹی تھی۔ آپ نے طلاق جبری کے خلاف فتویٰ دیا۔ جس سے نتیجۃً بیعت جبری کی مخالفت بھی نکلتی تھی۔ حکومت وقت مخالف ہو گئی۔ آپ گرفتار ہوئے۔ تشہیر کیگئی۔ کوڑے لگے مگر کوڑے کی ہر ضرب پر جبتک زبان چلتی رہی۔ یہی کہتے رہے ہیں۔ مالک بن انس فتویٰ دیتا ہے کہ طلاق جبری حرام ہے۔ مالکی مذہب ساحلی مقامات اور اندلس میں خوب پھلا پھولا۔

امام صاحب نے ۱۱ ربیع الاول مطابق ۱۷۹ھ ہجری کو ۸۶ سال کی عمر میں انتقال فرمایا ۶۲ برس تک علم دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ امام کی تاریخ ولادت و وفات اس قطعہ پر مشتمل ہے۔

فخر الائمۃ مالکؒ	نعم الامام مالکؒ
مولدہٗ نجمُ ھدیٰ ۹۵	وفاتہٗ فاز مالکؒ ۱۷۹

(سیر ائمہ اربعہ وغیرہ)

"تذکرہ صاحب مؤطأ محمد"

الامام الفقیہ الحنفی محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ۱۳۵ ہجری کو بمقام واسط پیدا ہوئے ان کا اصلی وطن دمشق کے قریب ایک گاؤں تھا۔ جس کو حرستا کہتے ہیں۔ ان کے والد وطن چھوڑ کر مقام واسط چلے آئے۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔

جب امام محمدؒ کے سن رشد کا آغاز ہوا تو آپ کوفہ جا کر تحصیل علوم و فنون میں منہمک ہو گئے۔ اور بڑے بڑے محدثین و فقہا کی صحبت اختیار کی۔ مسعر بن کدام۔ امام سفیان ثوری مالک بن دینار وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں۔ دو برس تک امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہے امام صاحب کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسفؒ سے مابقیہ علم کی تکمیل کی پھر مدینہ تشریف لے گئے اور تین سال تک امام مالکؒ سے علم حدیث پڑھتے رہے۔ عنفوان شباب ہی میں انکے فضل و کمال کی شہرت پھیل گئی تھی۔ بیس برس کی عمر میں مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ ہارون الرشید نے انکی کمالات سے واقف ہو کر قضاۃ کی خدمت سپرد کی۔ اور بیشتر اوقات اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ جب آپ ۱۹۰ھ کو شہر رَی گئے تو ان کو بھی ساتھ لے گئے۔ رَی کے قریب رلبویہ ایک گاؤں ہے وہاں پہنچکر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اتفاقاً امام النحو والقرأت ابوالحسن علی بن حمزۃ الکسائی بھی وہاں اس سفر میں انتقال فرمایا۔ ہارون الرشید کو زیادہ صدمہ ہوا اور کہا کہ آج فقہ اور نحو دونوں کو دفن کر کے آئے۔

امام محمدؒ ایک عظیم المرتبت شخصیت تھے۔ جس کا اندازہ ائمہ مجتہدین کے اقوال سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جب امام محمد کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے۔ انہی کا قول ہے کہ میں نے امام محمد سے بار شتر کے برابر علم حاصل کیا

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ فرمایا محمد بن الحسن کی کتابوں سے۔

امام محمدؒ کے حلقۂ درس سے اگرچہ ہزارہا علمائے کبار تعلیم پا کر نکلے تھے لیکن ان سب میں امام شافعی کا نام خصوصیت و امتیاز کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ بے شبہ

امام شافعیؒ کو امام محمدؒ کے فیض صحبت نے بڑے بڑے کمالات کے راستے دکھائے۔ اور وہ خود اس کا اعتراف کرتا تھا۔ امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کی والدہ سے نکاح کیا اور اپنی تمام کتابیں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ میں نے قرآن مجید کا عالم کامل امام محمدؒ سے بڑھکر نہیں دیکھا۔ امام محمدؒ کی شہرت زیادہ تر فقہ میں ہے لیکن وہ تفسیر وحدیث اور ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ نو سو ننانوے ۹۹۹ انکی تصانیف ہیں۔ حدیث میں انکی کتاب موطا مشہور ہے یہ کتاب اصل میں موطا مالک کی مشہور سولہ نسخوں میں سے ایک مقبول تر نسخہ ہے۔ لیکن امام محمدؒ نے چونکہ اپنے طور سے موطا کو ترتیب دیا ہے اور ہر باب کے ختم پر حنفی مسلک کو ثابت کیا اور امام مالک کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ کی حدیثیں بھی اسی میں روایت کی ہیں۔ اس لئے یہ کتاب بجائے موطا امام مالکؒ موطا امام محمدؒ کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب الحج جو امام مالک کے رد میں لکھی ہے اس میں بھی اکثر حدیثیں روایت کی ہیں اور متعدد مسائل میں دعوی کے ساتھ فرمایا کہ مدینہ والوں کو فخر ہے کہ وہ حدیث کے پیرو ہیں۔ حالانکہ ان مسائل میں ان کے خلاف صریح حدیث موجود ہے۔

امام محمدؒ کی فقہی تصنیفات میں مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، سیر صغیر سیر کبیر کو فقہ حنفی کے اصول خیال کئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کیسانیات، جرجانیات رقیات، ہارونیات وغیرہ بھی بہت سے تصانیف نادر ہیں۔

(سیرت ائمہ اربعہ وغیرہ)

تذکرۂ امام ابن ماجہ

ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ قزوینی ربعی ۲۰۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو بروز دوشنبہ انتقال ہوا اور سہ شنبہ کے دن مدفون ہوئے لفظ ماجہ کی جیم مخفف ہے وہ آپ کی والدہ تھیں۔ ابن میں الف لکھنا چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبداللہ جسطرح عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ازدی وغیرہ

جو کہ مشہور صحابی ہیں لفظ ابن میں الف لکھنے کی دستور ہے۔ ربعی۔ رآ اور بآ دونوں فتح کے ساتھ ہیں۔ ولاء کیطرف منسوب ہے۔

ابن خلکان بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ عرب کے متعدد قبیلوں کا نام ہے معلوم نہیں کہ اس بزرگ کی نسبت ان میں سے کس کیطرف ہے۔ قزوین۔ عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ طلب حدیث کے لئے کوفہ، بصرہ، مکہ، بغداد، مصر، شام، ہرات، واسط، رَیّ اور دیگر شہروں کا سفر کیا۔ آپ فن حدیث کے امام تھے۔

جبارہ بن المغلس، ابراہیم بن المنذر، ابن نمیر، ہشام بن عمار اور اسی طبقہ کے دوسرے محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ استفادہ کیا۔ ابوالحسن قطان جو سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ ان کے شاگرد رشید ہیں۔ ابن ماجہ نے بہت سی مفید اور بہترین کتابیں تصنیف فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ سنن ابن ماجہ ہے۔ جس کا صحاح ستہ میں شمار ہے۔ اور اس کتاب کی چند احادیث ثلاثی بھی ہیں۔

خصوصیات سنن ابن ماجہ

آپ جب اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے اور اسے ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو حدیث کی موجودہ تمام تصانیف یا اکثر حصہ معطل ہوجائے گا۔ فی الحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرنے اور حسن ترتیب واختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہم شکل نہیں ہے۔ حافظ ابوزرعہ نے بھی اس کتاب کی صحت پر گواہی دی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسی حدیثیں جن کی سندوں میں کچھ علل ہے یا وہ متہم بالوضع یا شدید النکارہ ہیں تیس سے زیادہ نہ ہوں گی۔

اس سنن میں ۳۲ بتیس کتابیں ہیں۔ ایک ہزار پانسو ۱۵۰۰ ابواب اور کل چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں سے کتاب اللہ کی تفسیر، اور کتاب التاریخ قابل ذکر ہیں۔

بستان المحدثین و مقدمہ ابن ماجہ وغیرہ

تذکرہ صاحب المشکوۃ وصاحب کتاب المصابیح

مشکوۃ المصابیح اصل میں دو کتاب کا مجموعہ ہے۔ ایک کتاب المصابیح، دوسری مشکوۃ شریف۔ کتاب المصابیح یہ امام بغویؒ کی تصنیف ہے۔ جنکی کنیت ابو محمد اور نام حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی ہے۔ (بغوی بغشور جو ہرات اور مرو کے درمیان ایک قریہ ہے اس کی طرف منسوب ہے یہ فی الحقیقت "باغ کور" کا معرب ہے۔ شور کو حذف کرکے بغ کی طرف نسبت کی تو بغوی ہوگیا) یہ ثنائی ہے مگر زیادت واو کی وجہ سے ثلاثی ہوگیا۔

آپ اپنے زمانہ کے ممتاز محدث، فقیہ، مفسر اور مقتدائے قوم تھے اور مذہباً شافعی تھے۔ اور اسی مذہب میں اپنی تصنیف کردہ کتاب "فتاوی البغوی" مشہور ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے "معالم التنزیل فی التفسیر"۔ "کتاب شرح السنۃ فی الحدیث۔ کتاب التہذیب فی الفقہ" امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

جب آپ نے شرح السنۃ کو تالیف کیا تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اَحْیَاکَ اللّٰہُ کَمَا اَحْیَیْتَ سُنَّتِیْ۔

آپ ماہ شوال ۵۱۶ھ ہجری کو بمقام شہر مرو اسّی سال کی عمر میں انتقال ہوئے۔ اور اپنے استاذ قاضی حسین کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

کتاب المصابیح آپ کی عظیم الشان تالیف ہے جو فن حدیث میں جامع ترین کتابوں میں سے ہے۔ کیونکہ اس میں احادیث مہمہ کو ترتیب ابواب فقہ لائی گئی۔ لیکن کتاب المصابیح میں راوی کا نام اور جن کتابوں سے حدیثیں لی ہیں۔ ان کا نام ترک کرنے پر لوگ طعن وتشنیع کرتے تھے۔ اس لئے شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی صاحب مشکوۃ نے اپنے استاذ علامہ شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد طیبی المتوفی ۷۴۲ھ ہجری کے حکم سے ان امور کو کامل ومکمل کرکے اپنے استاذ موصوف کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ صاحب مشکوۃ شیخ ولی الدین خطیب نے تکمیل مصابیح کے وقت ہر حدیث کو اس کے راوی کیطرف منسوب کردیا۔ جیساکہ حدیث عمر بن الخطابؓ یا ابوہریرۃؓ یا اور

کس سے مروی ہے ویسا ہی احادیث صحاح، احادیث حسان لکھنے کی جگہ میں اس کتاب کا نام بھی ذکر کر دیا ہے۔ جس سے حدیث کا استخراج کیا ہے مثلاً رواہ مسلم جسکو انہوں نے خطبہ میں لکھ دیا ہے۔ اور صاحب مشکوٰۃ نے اکثر ابواب کے اخیر میں فصل ثالث کا اضافہ کیا ہے جس میں اس باب کے متعلقہ احادیث کو لایا ہے۔ بنابریں یہ کتاب حدیث کی کتابوں میں احسن الکتب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور تمام علمائے راسخین اس کے درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ شیخ موصوف رمضان کے آخری جمعہ عید کے چاند دیکھنے کے وقت ۷۳۷ھ کو تالیف مشکوٰۃ اور ۷۴۰ھ میں ان کی دوسری کتاب" الاکمال فی اسماء الرجال" کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔

یہ آخر الذکر کتاب زمانہ حال میں مشکوٰۃ شریف کے آخر میں منسلک ہے۔ ان کے استاذ موصوف علامہ طیبی نے پہلی مرتبہ مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھی۔

اس اعتبار سے غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس کا متن شاگرد نے تیار کیا اور استاذ وشیخ نے شرح لکھی۔ جو اہل علم میں شرح طیبی کے ساتھ مشہور ہے جس سے مختصر کر کے میر سید شریف نے ایک جامع حاشیہ لکھا۔ ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ ہجری نے پانچ جلدوں میں" المرقاۃ" نامی ایک جامع مانع شرح لکھی۔ ایسا ہی بڑے بڑے محققین نے اس کی شروحات لکھیں۔

صاحب بستان المحدثین لکھتے ہیں۔ کہ کتاب المصابیح میں چار ہزار چار سو چوراسی ۴۴۸۴ احادیث ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف سے دو ہزار چار سو چونتیس ۲۴۳۴ حدیثیں ہیں۔ اور حسان میں سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ سے دو ہزار پچاس احادیث ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین الخطیب نے ایک ہزار پانسو گیارہ ۱۵۱۱ احادیث کو اضافہ فرمایا۔ تو سب کا مجموعہ پانچ ہزار نو سو پچانوے ۵۹۹۵ ہے۔ پانچ کی کسر کو چھوڑ کر انضباط کیلئے چھ ہزار کہا جا سکتا ہے لیکن تعلیق اور مرقاۃ میں مصابیح کی احادیث کا مجموعہ چار ہزار چار سو چونتیس ۴۴۳۴ بتایا ہے۔ اس حساب سے مشکوٰۃ شریف کی کل احادیث کا مجموعہ پانچ ہزار نو سو پینتالیس ۵۹۴۵ ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

(حاشیہ وشروحات مشکوٰۃ شریف، بستان المحدثین، الاکمال فی اسماء الرجال وغیرہ)

معجزہ وسحر میں فرق اور اعجاز القرآن کا فہم

حضرات مبصرین کرام ناواقف نہیں کہ یہ عنوان علمی دنیا میں بڑا دقیق اور مشکل ہے کچھ بیان شافی اور بحث طویل کا مقتضی ہے۔ اور آج مجھ ناکارہ کو بھی اپنی حیثیت کے موافق اس پر ذرا روشنی ڈالنی ہے۔ کیونکہ عصر قدیم سے ایسا گروہ چلا آ رہا ہے جو معجزہ ورکرامت کا منکر ہے۔ اور ان کو تخیل محض کہہ کے اڑا دیتا ہے۔ یورپ کے بعض نئی تعلیم یافتہ لوگ خوارق عادات افعال سے مذاق اڑاتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے بداہت ہی کو انکار کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اور ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو سحر معجزہ اور کرامت کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور شرک میں مبتلا ہو کر ایمان کھو بیٹھتا ہے حالانکہ ان دونوں کے ذریعہ خالق کائنات کیطرف سے انسان کی آزمائش اور قدرت خداوندی پر حجت وبرہان قائم کرنا مقصود ہے۔

پہلے ان تینوں الفاظ کی تعریف اور حقیقت کو زیر بحث لاتا ہوں۔ کہ معجزہ وکرامت دونوں فعل خداوندی ہیں۔ اول کا مظہر نبی، اور دوم کا مظہر ولی ہے۔ اور دونوں غیر اختیاری ہیں۔ اور کسب واکتساب اور تعلیم وتعلم کا اس میں دخل نہیں۔ دونوں کا سبب محض ارادۂ الٰہیہ ہیں۔ بخلاف سحر کے جس کے معنی ائمہ لغت اور مفسرین کرام نے یہ بیان کیا ہے "مادق ماخذہ ولطف" یعنی جو فعل وعمل مخفی اسباب پر مبنی ہو وہ سحر ہے۔

موجودہ بعض مصنوعات سائنس بھی سحر کی تعریف میں داخل ہو سکتے ہیں۔ البتہ جو شخص بھی علم سحر سیکھنا چاہے۔ تعلیم وتعلم اور کسب واکتساب اور مشق وتجربہ سے حاصل کر سکتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) معجزہ حق جل شانہ بطرز خرق عادت اپنے پیغمبران برحق کی صداقت کا اظہار اور اپنی آیات وقدرت کاملہ کو عالم پر واضح کرنے کیلئے ان کے ہاتھ پر فوق العادۃ حیرت ناک وعجائبات ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے تمام انسان کی نارسا عقل متحیر اور ششدر رہ جاتی ہے۔ (۲) اور کسی غیر نبی کی ہاتھ اتباع نبی کی برکت سے اس قسم کی خوارق عادات

افعال عجیبہ اور آثار نادرہ نمودار ہوں۔ اس کا نام کرامت ہے۔

حق جل شانہ ان دونوں کو احکام خداوندی کے آگے منکرین حق کے سر خم کرانے کیلئے ظاہر کرتے ہیں۔ اور ہمیں تاریخ کے صفحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے دنیا کے بڑے بڑے ہنرمند شخصیتیں بھی آخر قدرت الٰہی کی چوکھٹ پہ سربسجود ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی قوت کی رسائی سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت کعبہ میں سات مشہور قصیدے جو عرب میں بے مثال تھے۔ لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن جب قرآن نازل ہوا تو کسی کے کہنے کے بغیر ارباب قبائل کے خویش و اقارب نے ان کو کعبہ سے اتارا۔ صرف امرأ القیس کا قصیدہ باقی رہا۔ جس کے اتارنے سے اس کی بہن نے انکار کیا۔ لیکن جب اس نے قرآن کی یہ آیت طوفان نوح کے متعلق سنی وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ (سورۂ ہود آیۃ ۴۴) ترجمہ:- اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا برسنے سے اور کم ہوگیا پانی۔

تو امرأ القیس کی بہن نے فوراً اپنے بھائی کا قصیدہ بھی اتارا (اعجاز القرآن الرافعی) جارج سیل لکھتا ہے کسی انسان کا قلم معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے

(۳) جو محیر العقول کرشمات و طلسمات کواکب و سیارات کی استمداد سے یا جنات خبیثہ اور شیاطین متمردہ کی ارواح کو مسخر کرتے ہوئے دکھلائے جاتے ہیں۔ ان کا نام سحر ہے۔ لغت میں ان کو جادو اور ٹونا کہا جاتا ہے اس کا عالم اپنے کو ذی قدرت باور کراتا ہے۔ اور حیلہ بنی آدم کو اپنے مطیع و منقاد بنانے کی فکر میں سرگشتہ رہتا ہے۔ اور یہ سحر اپنی غیر معمولی مشقتیں غیر مستحسن صعوبتیں اور غیر طبعی مجاہدات کے بعد حاصل ہوتا ہے اس لئے ثمرات و نتائج بھی غیر مستحسن غیر محمود اور مذموم ہیں۔ اور اس کا انجام خسران مبین ہے۔ علم سحر انسان کو کبھی اپنے مقصود بالذات تک نہیں پہنچا سکتا بلکہ انسان اس راستہ کے دور دراز مراحل میں پھنس کر کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے۔ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔

معجزہ اور سحر اگرچہ بادی النظر میں ہم شکل ہونے کا گمان ہوتا ہے مگر وہ دونوں باہمی چند وجوہات سے تفاوت رکھتے ہیں۔ (۱) حق جل شانہ کے دوسرے افعال کی طرح معجزہ بھی ایک فعل ہے جو کسی ضابطہ اور قاعدہ کے ماتحت داخل نہیں کہ جب چاہے اسی کے ذریعہ معجزہ کو وجود میں

لائے۔ لیکن سحر و مسمیریزم ایسا ایک فن ہے جس کی روزمرہ تعلیم و تعلم ہوتا ہے یعنی جو بھی اس کی تعلیم حاصل کرے گا۔ اس سے افعال نادرہ اور عجائبات صادر ہوں گے۔ نہ آجتک معجزہ سکھانیکے لئے کوئی درسگاہ قائم ہوئی۔ نہ کوئی تصنیف ہوئی۔ اور نہ قواعد و ضوابط ممہد ہوئے۔ بخلاف سحر اس کے لئے بہت کتابیں تصنیف کی گئیں۔ اگر تصنیف ہندو دھرم کے لوگوں کی ہیں آجکل اگر روزمرہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ زبان پر لایا جائے اور عصائے موسوی سے سینکڑوں مرتبہ زمین پر ضرب لگائی جائے کبھی معجزہ کا صدور نہ ہوگا۔ نہ کوئی مردہ زندہ ہوگا اور نہ حَیَّۃٌ تَسْعٰی کا نظارہ ہوگا۔

(۲) صاحب معجزہ قبل از ظہور معجزہ۔ اسکی کیفیت اور تفصیل سے ناآشنا رہتا ہے لیکن ساحر سحر کی ساری کیفیات اور تفصیلات کا حاوی ہوتا ہے۔ اور معجزہ کے لئے کوئی وقت بھی مقرر نہیں لیکن سحر تعیین اوقات اور مواضع مخصوصہ کا محتاج ہے۔

ساحرین فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں رسیوں پر منتر پھونکنے کے پہلی ہی سے معلوم تھا کہ یہ غیر واقعی سانپ بنکر دوڑینگی۔ لہذا وہ سانپوں کا منظر دیکھ کر ہراساں نہیں ہوئے بلکہ مجمع عام میں اپنے اپنے سحر کا اظہار کرتے ہوئے بڑی مسرت حاصل کرتے تھے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام پر القائے عصا کا حکم ہوا اور تعمیل کی تو اس عظیم الشان سانپ کو دیکھتے ہی آپ پر خوف و ہراس طاری ہوگیا۔ آخر دربار الٰہی سے وحی نازل ہوئی۔ قَالَ خُذْھَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی الخ اسکی وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے اس معجزہ کی پوری کیفیت اور اس کی تفصیل معلوم نہ تھی یہ حق جل شانہ کے علم محیط میں تھی۔

(۳) جس طرح سائنسی عجائبات کی نظیر دوسرے لوگ بنا سکتے ہیں جیسا کہ یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ امریکہ نے ایٹم بم، اور ہائیڈروجن بم بنایا۔ بعد ازاں چین نے بنایا ویسا ہی ایک ساحر کے سحر کا مقابلہ اور نظیر دوسرا ساحر پیش کر سکتا ہے۔ لیکن معجزہ کا مقابلہ قیامت تک نہیں ہو سکتا چاہے معجزہ عملی ہو یا قولی جیسا کہ تخت سلیمانی کا اڑنا جو معجزہ عملی ہے یہ خالق کائنات کی مخفی قوت اور مشیت کا نتیجہ تھا۔ یورپ بھی ہوائی جہاز اڑاتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بھی اڑتا تھا۔ کام ایک ہے لیکن تخت سلیمانی کا اڑنا معجزہ تھا اور ہوائی جہاز کا اڑنا معجزہ نہیں۔ کیونکہ ہوائی جہاز مشین کے ذریعہ اڑایا جاتا ہے جو ہر انسان ویسی مادی مشین بنا کر جہاز کو اڑا

سکتا ہے۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت مشین سے نہیں مشیت الٰہی کی تسخیر ہوا سے اڑتا تھا جس کی نقل اتارنے پر نہ پہلے کوئی قادر ہوا اور نہ اب اور نہ آئندہ۔

اور معجزہ قولی مثلاً قرآن حکیم نے اسکی چھوٹی سورۃ یعنی سورۃ کوثر جو ایک سطر سے زیادہ نہیں اس کے مقابلہ کے لئے پر زور چیلنج کیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ تمام فصحاء، بلغاء، بلکہ انسانوں اور جناتوں کی مجموعی قوت نے اس کے مقابلہ کی ہمت نہ کی۔ فتح و کامیابی کا یہ آسان راستہ چھوڑ کر انہوں نے دوسرا دشوار گذار راستہ اختیار کیا۔ یعنی قرآن مجید کے مقابلے میں انہوں نے جنگ و جدال کا ایسا طولانی سلسلہ قائم کیا جن کے لئے ان کو بے اندازہ مالی و جانی قربانی دینی پڑی۔ اور بعضوں کو ملک اور وطن ترک کرنا پڑا۔ جس پر جنگ بدر، احد خندق، حنین کے واقعات شاہد ہیں۔ اگرچہ اس راہ میں ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ لیکن زبان و قلم کی معمولی جنبش کے آسان ترین راستہ کو چھوڑ کر تلوار اور خون کی ندیاں بہانے اور اپنے مال و متاع اور محبوب نفس کو ہلاک کرنے کا راستہ اختیار کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے پاس قرآن کے چیلنج کا جواب نہ تھا۔ اور یہ وہ لوگ تھے کہ اس وقت سے لیکر اب تک اور آئندہ ختم دنیا تک ان کے زور بیان، فصاحت و بلاغت کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

(۴) سحر انسان کی انانیت، تکبر و ضلالت میں اضافہ کرتا ہے۔ اور جنات و شیاطین کی برابری سکھلاتا ہے۔ لیکن معجزہ بجائے انانیت، عجز و انکساری اور بندگی خدا میں کمال پیدا کرتا ہے۔

(۵) اگرچہ سحر میں بھی خوارق عادات اور عجائبات کا اظہار ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ چند اصول مقررہ اور اسباب مادیہ پر موقوف ہے۔ جو بھی ان کا مباشر ہوگا اس سے نتائج و عجائبات صادر ہوں گے۔ چنانچہ ہندو دھرم میں علم سحر کے آٹھ مقامات ہیں جو شخص ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ چھ مہینے تک ان کی مشق کرتا ہے۔ وہ فن میں ماہر بن جاتا ہے۔ لیکن مخصوص افراد کے بغیر عام اشخاص کو ان اسباب اور ان پر مسببات مرتب ہونے کا علم نہیں۔ اس لئے ان کو یہ امور عجیبہ معلوم ہوتے ہیں بخلاف معجزہ کے کہ وہ حق جل جلالہ کی مخفی قوت اور مشیت کا نتیجہ ہے۔ جس میں اور وں کے لئے کارسازی ممکن نہیں۔

(۶) علم سحر میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔ اور معجزہ فعل خدا ہوتا ہے اس لئے علم سحر کا ماہر خاتم خباثت دجال اکبر ہے۔ اور ارباب معجزہ کے امام خاتم نبوت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس

یہ دونوں خیر و شر اور نور و ظلمت کو عالم ناسوت میں مخلوق کرنا حکیمانہ آزمائش ہے۔

(۷) علم نبوی اور اعجاز قرآنی سے عالم کو استحکام استواری اور نظام انسانیت میں پائیداری بخشنا مقصود ہے۔ اور علم الابلیس سے نوع انسانی کی آزمائش ہے کہ وہ حق و باطل کی تمیز رکھتا ہے یا نہیں۔ پھر بعض عیسائیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ معجزہ عیسوی سب سے افضل معجزہ ہے بالکل غلط ہے۔ بلکہ ہمارے لئے جسطرح حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم شہنشاہ دوعالم سید المرسلین افضل المخلوقات ہونا واجب التسلیم ہے اسی طرح معجزہ محمدی بھی تعداد میں زائد ہونے اور ان کے معجزات تمام معجزات سے اعلیٰ اور بالا ہونے پر ایمان رکھنا ہم پر لازم ہے۔

تسلیم شدہ بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اعلےٰ و بالا معجزہ احیائے موتیٰ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعلےٰ معجزہ عصائے بیجان اژدہائے جاندار بن جانا ہے۔ ہمارے حضرت احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے انگنت اور بے شمار معجزوں سے ایک ادنیٰ معجزہ کا ذکر صحیحین میں بھی آیا ہے۔ کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز مسجد نبوی کے ایک خشک لکڑ کو ٹیک لگا کے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب منبر تیار کیا گیا تو اسی ستون (استوانہ حنانہ) کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے تو اس ستون مبارک سے رونے کی آواز آنے لگی سو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک چھاتی اس سے ملائی اور ہاتھ پھیرا پس چھوٹے بچے کیطرح ہچکیاں لیتے ہوئے اس کا رونا بند ہوا۔ اس واقعہ عجیبہ کے ساتھ احیائے موتیٰ سے کیا نسبت اور عصائے موسوی کا اژدہا بن جانے کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ اس لئے کہ تن بے جان اور قالب مردہ کو تو قبل موت روح سے علاقہ و محبت تھی۔ لیکن ستون خرمہ کے ساتھ حیات معروف سے کوئی مناسبت نہیں تھی ایسا ہی عصائے موسوی کا اژدہا بن جانا، تمام سانپوں کو نگل لینا پھر فرعون کے بالاخانہ کو نگل لینے کے لئے تیار ہونا اور قسم قسم حرکات و سکنات پایا۔

---

[۱] جیساکہ عارف رومی نے فرمایا ہے

استن حنانہ از ہجر رسول ٭ نالہ می زد ہمچوں ارباب عقول

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں ٭ گفت جانم از فراقت گشت خوں

از فراق تو مرا چوں سوخت جاں ٭ چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں

مسند من بودم از من تاختی ٭ بر سر منبر تو مسند ساختی

جانا یہ بعد انقلاب ماہیت وشکل تھا اور یہ کسی پر مخفی نہیں کہ غیر ذوی العقول چیز جب اپنی اصلی ہیئت وشکل سے بدل جاوے اور ذوی العقول کے خاکے میں داخل ہو جاوے تو ذوا حیات سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جاندار بن کر اس سے افعال وحرکات وسکنات پایا جانا چنداں مستبعد نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر جمادات ونباتات سے اپنی اصلی ہیئت میں رہکر ایسی حرکات وسکنات پائی جائے جو ذی روح کے افراد کاملہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ یہ انتہائی درجہ کا محیر العقول معجزہ ہے۔ اور اس کو عقل کلی مستبعد سمجھتی ہے۔ یہ ستون خشک فراقت رسول علیہ السّلام پر رونا بڑا تعجب خیز اور بے نظیر ہے۔

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑا معجزہ قولی کلام ربانی قرآن کریم ہے جو سیاسی اعجاز، غذائی اعجاز، نظامی اعجاز، شمولی اعجاز، غیبی اعجاز۔ اخذابی اعجاز، تالیفی اعجاز، اعتدالی اعجاز، ملکی اعجاز۔ تاثیری اعجاز، قانونی اعجاز، بلاغتی اعجاز وغیرہ پر مشتمل ہے جنکی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

قرآن مجید کی ان اقسام اعجاز اور رموزات کو سمجھانے کے لئے حضرات مفسرین کرام نے بے شمار تصنیفات کی ہیں۔ لیکن احقر مؤلف نے چند ایسی درسی تفسیروں کے مفسرین کے مختصر حالات پر اکتفا کیا۔ جو ان اشیاء پر بھی مشتمل ہے ۱۲

(المتعوذ فی الاسلام۔ تقریر دلپذیر۔ علوم القرآن)
(وغیرہ)

تذکرہ صاحب کشاف واسرار البلاغۃ

علامہ محمود بن عمر جار اللہ زمخشری بماہ رجب بروز چہارشنبہ ۴۶۷ھ میں بمقام زمخشر پیدا ہوئے۔ آپکی کنیت ابوالقاسم اور لقب جار اللہ بمعنی اللہ کے پڑوس یعنی خانۂ خدا کے پڑوس کیونکہ آپ زندگی کے آخری ایام میں یکسو ہوکر خانۂ خدا کے قرب "تالیفات میں مصروف ہوگئے تھے۔ آپ کا والد زمخشر کے جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ آپ تحصیل علوم کیلئے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ شیخ ابونصر محمود خوارزمی سے علم نحو وصرف کی تعلیم حاصل کی شیخ ابوالحسن علی بن مظفر نیشاپوری اور ابونصر اصفہانی وغیرہ سے علم ادب کی تکمیل کی آپ کو تاویل قرآن کے علم میں مہارت تامہ حاصل تھی چنانچہ تفسیر کشاف تحقیق انیق و تدقیق رشیق اسرار واسالیب عربیہ، حقیقت ومجاز، استعارات وتشبیہات سے بھرپور ہے۔ اور اسکی مدح میں کہا گیا ہے

اِنَّ التفاسیرَ فی الدنیا بلا عدد	ولَیسَ فِیھَا لعمری مثل کشّاف
ان کنتَ تبغی الھدی فالزم قراءتہ	فالجھل کالداءِ والکشّاف کالشّافی

اسی طرح آپ کی کتاب "اسرار البلاغۃ" بھی حقائق و دقائق فن سے لبریز ہے۔ جار اللہ زمخشری اور علامہ سکاکی کے متعلق یہ جو کہا جاتا ہے "لولا الاعرجان لجھلت بلاغۃ القرآن" بلا مبالغہ صحیح اور حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ نے فنون مختلفہ لغت، ادب، نحو وغیرہ میں بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ عقیدۃً معتزلی تھے اس لئے تفسیر کشاف میں موقع بے موقع اعتزالی مسلک کو شدت کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تفسیر کشاف ساری خوبیوں پر مشتمل ہونے کے باوجود مذکورہ بالا عیب کی بنا پر مدارس قومیہ کے نصاب سے اس کو خارج رکھا گیا۔ جب کسی سے ملاقات کو جاتے تو اظہار کرتے کہ ابوالقاسم معتزلی آگئے۔ آپ ہمیشہ خطوط و تصانیف میں اپنے کو معتزلی لکھتے تھے مگر فقہ و فروعات میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے تھے۔ آپ کی ذات زہد و تقوی میں بھی ممتاز تھی مشہور ہے کہ آپکی والدہ کی بددعا کی بنا پر ٹانگ ٹوٹ گئی۔ خود آپ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک پرندہ کو پکڑ کر کھیل رہا تھا کہ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی والدہ نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگی جس نے اس پرندہ کی ٹانگ توڑ دی اللہ تعالیٰ اس کی ٹانگ توڑ دے۔ اس کے بعد کسی حادثہ میں زمخشری کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ بعض نے دوسری وجہ بھی بیان کی ہے۔

آپ کے بارے میں ایک عجیب قصہ مشہور ہے کہ امام عمر بن محمد النسفی صاحب کتاب العقائد نے ایک روز آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔ علامہ زمخشری نے کہا دروازہ پر کون ہے۔؟ امام عمر نے جواب دیا عمر، پھر علامہ زمخشری نے کہا انصرف امام عمر نے کہا عُمَرُ لَا يَنصَرِفُ، قَالَ الزمخشری اذا نکر صُرِفَ"

آپ مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد بروز عرفہ ۵۳۸ھ میں بعمر اکہتر سال خوارزم کے قریہ جُرجانیہ میں انتقال ہوا۔

مختصر حالات امام بیضاوی صاحب انوار التنزیل و اسرار التاویل"

آپ کا نام قاضی عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی ہے۔ کنیت ابوالخیر ہے ناصر الدین لقب ہے شیراز کے قریہ بیضا میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ کو مختلف علوم میں کافی دسترس حاصل تھی اور آپ کی خدمات دینیہ لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہیں۔ آپکی تصانیف ہیں مختصر الکشاف، مختصر الوسیط المنہاج، الطوالع، شرح مختصر ابن الحاجب، شرح المنتخب للرازی، الایضاح فی اصول الدین والغایۃ القصویٰ فی فقہ الشافعی، وشرح المصابیح فی الحدیث، ومختصر الکافیہ، نظام التاریخ، وغیرہ قابل ذکر ہے۔ یہ تصانیف علوم وفنون میں آپکے کمال کی بڑی دلیل ہے۔

آپ کی تفسیر معروف بہ بیضاوی شریف" ہر حیثیت سے جامع اور بے نظیر تصنیف ہے۔ چونکہ اس کتاب کے اندر زیادہ تر تاویلات ہیں اس لئے اپنی کتاب کا نام" انوار التنزیل واسرار التاویل" رکھا یہ کتاب علمی دنیا میں اتنی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس پر حواشی وشروحات تعلیقات کی تعداد پچاس سے زائد ہو چکی ہیں۔ جو اس کتاب کی مقبولیت پر واضح دلیل ہے۔ اسی وجہ سے علمی اداروں میں یہ کتاب داخل درس ہے۔

بعض وجوہ سے تفسیر بیضاوی تفسیر کشاف سے اعلیٰ ہے۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد کی بڑی حفاظت کیگئی۔ علامہ زمخشری نے اپنا اعتزالی مسلک ثابت کرنیکی جہاں جہاں کوشش کی ہے۔ علامہ بیضاوی نے وہاں دندان شکن جواب کے ذریعہ ان عقائد باطلہ کے قلع قمع کر دیا۔ اور مذاہب ائمہ کو خوبی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ آیتوں کے باہمی ربط کی طرف جگہ جگہ لطیف اشارہ فرمایا۔ علم نحو، صرف، لغت، بلاغت اور فلسفیانہ تحقیقات

وغیرہ اس کتاب کی اہم خصوصیات ہیں۔ امام بیضاوی مذہباً شافعی تھے۔ بعض مقامات میں اپنے امام کے مسلک کو ترجیح دینے کیلئے ضعیف احادیث کا بھی سہارا لیا ہے۔ آپ شیراز میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے ایک مرتبہ آپ کو قاضی القضاۃ کے عہدہ سے معزول کر دیا گیا۔ تو آپ نے شیخ محمد بن محمد کے پاس سفارش کیلئے درخواست کی جو قصبہ تبریز میں امام شریعت و طریقت اور امام بیضاوی کے استاد تھے۔ اتفاقاً شیخ کی ملاقات وزیر سے ہوئی تو شیخ نے سفارش ان الفاظ کے ذریعہ کی ہے کہ "صاحب بیضاوی عالم و فاضل نوجوان ہے۔ آمر آپکے ساتھ آگ جہنم میں پہنچنا چاہتا ہے"۔ قاضی بیضاوی یہ الفاظ سنتے ہی منصب قضا کی تمنا چھوڑ دی اور تا حیات شیخ کے ساتھ رہے۔ اور انہی کے اشارہ پر آپ نے تفسیر بیضاوی لکھی۔

آپ حضرت شیخ سعدی کے ہم عصر تھے سنہ ۶۸۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مقام تبریز میں آپ مدفون ہوئے۔ آپ باعتبار پیدائش بیضاوی، باعتبار قضا شیرازی اور باعتبار مدفن تبریزی ہے۔

تذکرہ صاحب تفسیر ابن کثیر و صاحب البدایہ والنہایہ

آپکا نام اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن ذرع القیسی البصری ثم الدمشقی، آپکی کنیت ابو الفداء لقب عماد الدین اور معروف ابن کثیر ہے۔ آپکے والد شیخ ابو حفص شہاب الدین عمر اپنی بستی کے خطیب تھے اور آپ کے بڑے بھائی شیخ عبد الوہاب ایک زبردست فقیہ اور ممتاز عالم تھے۔

حافظ سیوطیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں اور حافظ ابن الحجرؒ نے "الدرر الکامنہ" میں آپ کی ولادت سنہ ۷۰۰ھ بتایا ہے لیکن قاضی شوکانی وغیرہ نے آپ کی ولادت سنہ ۷۰۱ھ لکھا ہے۔ آپ ملک شام کے مشہور شہر بصری کے اطراف کے مقام مجدل میں پیدا ہوئے۔ جب آپ نے اپنی عمر کی تیسری منزل میں قدم رکھا تو والد صاحب نے رحلت فرمائی۔ سنہ ۷۰۶ھ میں آپ اپنے برادر بزرگوار کے ساتھ دمشق چلے آئے۔ ابتداء میں اپنے بڑے بھائی سے فقہ کی تعلیم پائی۔ بعد کو شیخ برہان الدین ابراہیم بن عبد الرحمٰن فزاری متوفی سنہ ۷۲۹ھ۔ اور شیخ کمال الدین بن قاضی شہبہ سے اس فن کی تکمیل کی آپ نے فقہ میں "التنبیہ فی فروع الشافعیہ" اور اصول فقہ میں المختصر لابن حاجب کو

زبانی یاد کیا. فن حدیث کی تکمیل اس زمانے کے بڑے نامور محدث مسند الدنیا رحلۃ الآفاق شہاب الدین احمد بن ابی طالب المعروف بالحجار الحنفی سے کی. آپ نے جن تیرہ جلیل القدر اساتذہ سے احادیث کی سماعت کی ان میں جمال الدین یوسف مصنف تہذیب الکمال متوفی ۷۴۲ھ اور حافظ ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ مخصوص استاد ہیں.

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپکو امین الدین محمد دانی حنفی المتوفی ۷۳۵ھ اور مصر کے نامور محدث بدر الدین یوسف ختنی حنفی المتوفی ۷۲۱ھ اور علامہ دلوسی نے حدیث کی اجازت دی ہے. علامہ ابن العماد حنبلی نے ابن حبیب سے نقل کیا ہے کہ ابن کثیر پر تاریخ، حدیث، تفسیر اور فقہ کی ریاست علم ختم ہو گئی خصوصاً علم حدیث میں وہ حفاظ حدیث میں شمار ہیں.

حافظ زین الدین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ حافظ الحدیث علامہ مغلطائی حنفی، ابن کثیر، ابن رافع، اور حسینی ان چاروں معاصرین میں بڑے کون ہیں؟ حافظ عراقی نے جواب دیا ان میں سب سے زیادہ وسیع الاطلاع اور انساب کے عالم تو مغلطائی ہے اور سب سے زیادہ متون و تواریخ کے عالم حافظ ابن کثیر ہیں. ان خوبیوں کے ساتھ آپکو شعر و ادب اور سخن میں بھی خاص ذوق تھا.

حافظ ذہبی کی وفات کے بعد مدرسہ ام صالح" اور مدرسہ تنکزیہ میں آپ شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے. بڑے عابد، ذاکر و شاغل تھے. حافظ ابن کثیر کو اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق تھا جس سے آپکی علمی زندگی پر گہرا اثر پڑا. اس وجہ سے بعض مسائل میں جمہور سلف سے منفرد ہیں.

آپ نے تفسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ میں ۲۰ سے زائد بلند پایہ کی تصانیف بطور یادگار چھوڑی ہیں جن کو قبول عام اور شہرت دوام اخلاص کی بنا پر حاصل ہوئی. آپکی تصنیف خصوصاً تفسیر قرآن کریم سے علماء نے زیادہ نفع اٹھایا. یہ تفسیر بالروایہ میں سب سے زیادہ مفید کتاب ہے جس میں تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر ایک آیت کی تفسیر اسی مضمون کی دوسری آیات کی روشنی میں کیگئی پھر کتب حدیث میں اس کے بارے جو احادیث مروی ہیں انکو نقل کرکے انکی اسانید و رجال پر سیر حاصل بحث کیگئی اس کے بعد بطور زائد آثار صحابہ و تابعین نقل کئے گئے.

حافظ ابن کثیر کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تفسیر و تاریخ سے اسرائیلیات کو

حتی المقدور چھانٹ کر علیحدہ کر دیا ہے۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اگر انکی علمی خدمات میں سے صرف یہی ایک خدمت ان کے فخر کے لئے کافی تھی۔ یہ کتاب متداول ہے بارہا طبع ہو چکی ہے۔
آخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ جمعرات کے دن شعبان کی چھبیس تاریخ ۷۷۴ھ میں وفات پائی ہے اور مقبرۂ صوفیہ میں اپنے محبوب استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ آپکے دو صاحبزادے بڑے نامور ہوئے (۱) زین الدین عبد الرحمٰن المتوفی ۷۹۲ھ (۲) بدر الدین ابو البقاء محمد المتوفی ۸۰۳ھ۔

صاحب جلالین شریف تفسیر اتقان، والدر المنثور فی التفسیر الماثور، والاشباہ والنظائر، شرح الصدور، وشرح جمع الجوامع الانوار المفیۃ فی شرح خیر البریہ۔

جلالین شریف کے دو مصنف ہیں۔ سورۂ کہف سے آخر تک کی تفسیر علامہ جلال الدین محمد بن احمد المحلی الشافعی المصری نے کی جو نہایت ذکی، عقلمند، بے تکلف زندگی بسر کرنے والے بزرگ یگانۂ روزگار تھے۔ کبھی سرکاری ملازمت اختیار نہیں کی، اور زندہ دل عابد و زاہد قائم اللیل تھے۔ اس کے علاوہ حکمت میں شرح جمع الجوامع، منطق میں شرح الشمسیہ کتاب شرح المسالک، اور قصیدۂ بردہ کی شرح الانوار المفیۃ فی مدح خیر البریہ بڑا آپکی مشاہیر تصانیف سے ہیں۔
آپ کی ولادت ۷۹۱ھ اور وفات ۸۶۴ھ کل مدت عمر ۷۳ ہیں۔ آپ کا مدفن مصر کے باب النصر کے سامنے ہے۔
علامہ محلیؒ کے وفات کے چھ سال بعد اس کے شاگرد عبد الرحمٰن بن کمال ابی بکر بن محمد بن سابق الخضری السیوطی نے بیس بائیس سال کی عمر میں تصنیف کے میدان میں قدم رکھا اور سورۂ بقرہ سے سورۂ اسراء تک تفسیر لکھ کر اپنے استاذ کی تفسیری خدمت کی تکمیل کی۔ انہوں نے مدت کلیم، یعنی چالیس ۴۰ روز میں اس حصہ کی تفسیر پوری کی۔ اگرچہ مفسر دو ہیں مگر دونوں کی تفسیر اس قدر متقارب ہے کہ ایک ہی شخص نے پوری تفسیر لکھنے کا گمان ہوتا ہے۔
علامہ سیوطیؒ ماہ رجب کے شروع میں بعد المغرب ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد فقہائے شوافع میں ایک ممتاز اور مشہور فقیہ تھے۔ علامہ سیوطیؒ ابھی اپنی عمر کی پانچویں منزل میں قدم رکھا اور والد بزرگوار نے ۸۵۵ھ میں وفات پائی اور نہایت ہی کم سنی میں آپکو یتیمی کا داغ اٹھانا

برا. آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک کے حافظ ہو گئے. علامہ خفاجی نے لکھا ہے، حدیث، تفسیر فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع ان سات علوم میں تبحر اور کافی دسترس حاصل تھی، اور مختلف فنون کا امام تسلیم کیا جاتا تھا. حاضر جواب، صحیح العقیدہ، بڑے ذاکر، عابد، شاغل اور متواضع تھے. سلاطین وامرا کے ہدایا تحفے قبول نہ فرماتے تھے.

ابن ایاس نے ذکر کیا علامہ سیوطیؒ کی تصنیفات ۶۰۰ چھ سو تک پہنچی. شافعی المذہب کے سب سے بڑا مصنف آپکی ذات گرامی ہے.

علامہ شعرانی نے ذکر فرمایا کہ علامہ سیوطیؒ جمعہ کے رات جمادی الاولیٰ کی انیس تاریخ سنہ ۹۱۲ھ یا سنہ ۹۱۱ھ میں وفات پائی. علامہ شعرانی نے بعد صلوٰۃ الجمعہ جنازہ کی نماز پڑھائی.

جلالین کی خصوصیات :۔ (۱) تفسیر جلالین میں تمام اقوال میں سے سب سے زیادہ راجح قول پر اعتماد کیا گیا ہے. (۲) ضروری اعراب اور مختلف مشہور قراءات پر لطیف طریقہ اور مختصر عبارت کے ساتھ تنبیہ کیگئی ہے. مختصر طور پر شان نزول کیطرف بھی اشارہ کیا گیا. ناسخ و منسوخ اور بعض جگہ ترکیب بھی بیان کیگئی. بعض علماء نے حروف جلالین کو شمار کیا تو شروع سے سورۂ مزمل تک حروف جلالین کو حروف قرآن کے بالکل برابر پایا. سورۂ مزمل کے بعد حروف جلالین حروف قرآن سے کچھ زائد ہو گئے.

تفسیر اتقان :۔ اس کے علاوہ علامہ سیوطی کی تفسیر اتقان فی علوم القرآن "مشہورِ آفاق تالیف ہے جسمیں اسّی ابواب میں اور ۳۰۰ تین سو سے زائد علوم پر بحث کیگئی ہے اگر اسمیں موضوع اور ضعیف روایات نہ ہوتیں تو کتب خانۂ اسلام کی یہ بے نظیر کتاب سمجھی جاتی. ان کی ایک مبسوط تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالماثور کے نام سے بھی ہے. الاشباہ والنظائر وحسن المحاضرات والتعلیقات علی الصحاح الستہ و شرح الصدور و بغیۃ الوعاۃ وغیرہ آپ کی تصانیف مشاہیرہ سے ہے. واضح رہے کہ ان دو حضرات کے سوا جلال الدین نامی اور دو حضرات آسمان شہرت کے شمس قمر ہو گئے ہیں. جلال الدین رومی صوفیاء میں. جلال الدین دوانی مناطقہ میں.

"صاحب ہدایہ"

شیخ الاسلام الامام الہمام برہان الدین ابو الحسین علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن خلیل بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی۔ مرغینان فرغانہ کے ایک شہر کا نام ہے۔ سلسلۂ نسب کی کڑیاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتی ہیں۔ آپ بعد عصر بروز دوشنبہ ۸ رجب سنہ ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے زبردست امام فقیہ، محدث، مفسر، عظیم المرتبت بزرگ صاحب زہد و تقویٰ ہونے کے علاوہ بڑے ماہر فن ادب تھے۔ علم فقہ اپنے والد ماجد اور شیخ بہاء الدین علی بن محمد بن اسمٰعیل الاسبیجانی المتوفی سنہ ۵۳۵ھ سے حاصل کیا۔ فقہ میں خوب بلکہ اور کافی دسترس حاصل تھی۔ ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح سے گنا ہے۔ جس میں امام قدوری، امام ابن ہمام وغیرہ ہیں دیگر علماء نے مجتہد فی المذہب میں شمار کیا ہے جس میں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ کا شمار ہے۔ سنہ ۵۴۴ھ میں حج خانہ کعبہ و زیارت روضۂ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ آپ کی تصانیف مشہورہ میں کتاب مجموع النوازل، کتاب الفرائض، کتاب التجنیس و المزید، بدایۃ المبتدی، کفایۃ المنتہی، مناسک الحج، کتاب الہدایہ وغیرہ مقبول خاص و عام ہیں۔ جس کی شان میں علامہ بغدادی نے فرمایا۔ ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلھا فی الشرع من کتب۔ صاحب ہدایہ کے قابل فرزند علامہ عماد الدین نے اس کی توصیف میں کہا ہے۔ ؎

کتابُ الھدایۃ یَھدِی الھُدٰی	الیٰ حَافظیہ ویجلو العمیٰ
فلازِمہٗ واحفظہ یاذا الحجیٰ	فمن نالہ نال اقصیٰ المنیٰ

آپ کی کتاب کفایۃ المنتہی ۸ جلدوں پر مشتمل تھی۔ زیادہ طول اور اطناب کی وجہ سے اختصار کی طرف عنان توجہ کو پھرایا۔ اس مختصر کا نام ہدایہ رکھا جو کتب خانۂ اسلام کے علم فقہ میں بے نظیر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ وہ وافی، کافی اور تمام مسائل فقہیہ کے حاوی ہیں۔ اس کتاب کی ابتدا سنہ ۵۷۳ھ کے ماہ ذیقعدہ میں بروز چہارشنبہ نماز ظہر کے بعد کی، اور تیرہ سال کے عرصے میں اس سے فراغت پائی اور اسی مدت طویلہ میں ہمیشہ صائم رہے۔ جو کھانا خادم آپ کے لئے لاتا کسی طالب علم کو عطا کر دیتا یہ کتاب علمی دنیا میں ایسی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ بڑے بڑے فاضلوں کے ایک جم غفیر نے اسکی شروحات و حواشی لکھے خصوصاً صاحب مسایرہ حضرت کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر نامی ایک بے نظیر شرح لکھی۔

آپ نے بروز چہارشنبہ دسویں ذی الحجہ ۵۹۳ھ میں بمقام سمرقند وفات پائی اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ سمرقند میں تربۃ المحمدیین نامی ایک قبرستان ہے جہاں ایسے چار سو محمد نامی فضلاء کی قبریں ہیں جنہوں نے تصنیف بھی کی اور فتوٰی بھی دیا۔ اور جم غفیر نے ان سے علوم و فنون بھی حاصل کئے لیکن صاحب ہدایہ کو ان کے قرب میں دفنایا گیا۔

تراجم صاحب شرح وقایہ و تنقیح و توضیح و نقایہ :-

صدر الشریعۃ الاصغر ان کا لقب ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ الاکبر احمد بن جمال الدین ابی المکارم عبید اللہ المحبوبی بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمیر بن عبد العزیز یہ سلسلہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ الصحابی الانصاری سے جا ملتا ہے۔

آپ معقولات و منقولات کا امام، اصول و فروعات کا جامع، فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، نظار، متکلم، منطقی الغرض ہر علوم میں عظیم القدر اور ضرب المثل تھے۔ آپ آباء و اجداد کی وراثت علم کا صحیح جانشین تھے۔ آپ کی تحصیل علم کی سند حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ تک اس طرح ہے۔

آپ نے تحصیل علم نبوی اپنا دادا تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ سے کی۔ انہوں نے اپنا والد ماجد جمال الدین ابو المکارم عبید اللہ المحبوبی سے انہوں نے مفتی عماد الدین سے انہوں نے اپنا والد شمس الائمہ الزرنجی سے انہوں نے شمس الائمہ السرخسی سے انہوں نے شمس الائمہ الحلوانی سے انہوں نے قاضی ابو علی النسفی سے انہوں نے ابو بکر محمد بن الفضل سے انہوں نے سبذمونی سے انہوں نے ابو عبد اللہ بن ابو حفص الکبیر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے امام محمد سے انہوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی

یہ شرح کتاب وقایہ کی ہے جس کو ان کے دادا تاج الشریعۃ نے ہدایہ۔ فتاوٰی واقعات ان تینوں کتابوں سے اپنے پوتا عبید اللہ بن مسعود کے لئے اور ان کے دادا تاج الشریعۃ کی دوسری کتاب نہایۃ الکفایۃ علی شرح الہدایہ بھی ہے۔ اور صاحب شرح وقایہ کی مشہور تصانیف ہیں تنقیح اور توضیح اور نقایہ (مختصر وقایہ) وغیرہ ہیں

اور انہوں نے مقدمات الاربع، وتعدیل العلوم والشروط والمحاضر وغیرہ بھی تصنیف کی ہیں۔

صاحب شرح وقایہ ۷۴۷ھ میں وفات پائی اُن کے اور ان کے والدین کے مدفن بخارا کے شرع آباد میں ہے اور ان کے دادا تاج الشریعۃ اور اُن کے نانا برہان الدین کرمان میں وفات پائی اور مدفون بھی وہاں ہے آپ سے علم فقہ حاصل کرنے والوں میں سے حافظ الحق والدین ابوطاہر محمد بن محمد بن الحسن بن علی الطاہری اور محمد بن محمد البخاری الشہیر بخواجہ پارسا زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ اور حضرت موصوف نے انکو اجازت سے بھی نوازا۔

صاحب کنز الدقائق ومنار، وتفسیر مدارک معروف بہ تفسیر نسفی۔

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود جو حافظ الدین نسفی کے لقب سے معروف ہیں نسفی مضافات ترکستان کے ماوراء النہر کے قریب مقام نسف کیطرف نسبت ہے۔ ابوالبرکات النسفی اپنے زمانہ کے امام اور بے نظیر علماء سے شمار ہوتے ہیں۔ آپکو تمام علوم میں مثلاً حدیث، تفسیر، ادب تاریخ، بیان، معانی، فلسفہ میں مہارت تامہ حاصل تھی خصوصاً فقہ اور اصول فقہ میں مجتہدانہ شان کے مالک تھے۔ حدیث اور متعلقات حدیث میں پورا عبور رکھتے تھے۔ تحریر و تصنیف میں زبردست صاحب قلم تھے۔ آپ کی تالیفات ملکۂ راسخہ اور تبحر علمی کی بین دلیل ہے۔ اور ذکاوت وجودت طبع کے شاہد ہے۔ آپ کی تصانیف نہایت مستند اور معتبر ہیں۔ جن میں سے مدارک التنزیل وحقائق التاویل معروف بہ تفسیر نسفی، وافی اور اسکی شرح کافی اور عمدۃ عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ اور منار اصول فقہ کے مشہور متن جس کی شرح کا نام نور الانوار ہے المصفی شرح المنظومۃ النسفیۃ، المستصفی شرح الفقہ النافع، الکشف۔ اللطف والاعتقاد اور کنز الدقائق وغیرہ زیادہ تر مشہور و معروف ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردی اور حمید الدین الضریر اور بدر الدین خواہر زادہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپکی دقیقہ رسی اور تفقہ کا کتاب کنز الدقائق سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب فقہ حنفی میں بے نظیر اور جوہر ثمین ہے اور تمام دیار عرب و عجم میں لوگوں کے مابین متداول ہے اور یہ مقولہ متون کے مسائل شروح کے مسائل پر مقدم ہیں اور شروحات کے مسائل فتاویٰ کے مسائل پر مقدم ہیں۔ وہاں متون سے مراد بھی کنز الدقائق، مختصر

قدوری اور وقایہ ہیں۔ اور جہاں متون اربعہ کہا گیا وہاں یہی متون ثلثہ اور مختار یا مجمع الانہر مراد ہیں اور ایسی مختصر عبارات میں تمام مسائل ومقاصد فقہیہ کو بھر دینا گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دینا ہے۔ یہ کتاب سلف صالحین کے مابین اتنی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ علماء کبار نے اس کی متعدد شروحات لکھیں۔ ان میں امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی کی تبیین الحقائق لما فیہ ما الکنز من الدقائق، اور علامہ زین العابدین بن نجیم مصری کی بحر الرائق شرح کنز الدقائق وغیرہ زیادہ شہرت یافتہ ہیں۔

ان خوبیوں کے علاوہ صاحب کنز الدقائق بڑے پرہیز گار عابد و زاہد وشاغل تھے۔ علی الدوام متوجہ الی اللہ تھے۔ آپ نے بمقام بغداد شب جمعہ ماہ ربیع الاول ۷۱۰ھ میں وفات پائی واضح رہے کہ نسفی کی نسبت کے اشتراک کی وجہ سے عموماً طلبہ کو اشتباہ ہو جاتا ہے (۱) محمد بن محمد جو برہان الحنفی النسفی کے لقب سے معروف ہیں اور صاحب مختصر تفسیر الرازی المتوفی ۶۸۷ھ ہیں (۲) ابو المعین النسفی الحنفی ہیں (۳) عقائد نسفی کے مصنف ابو حفص عمر بن احمد النسفی الحنفی المولود ۴۶۱ھ المتوفی ۵۳۷ھ ہیں۔ یہ عمر نسفی صاحب کنز الدقائق ابو البرکات نسفی سے تقریباً دو صدی پہلے کے ہیں۔

صاحب المختصر للقدوری

آپ کی کنیت ابو الحسین نام احمد بن محمد بن جعفر بن حمدان بغدادی قدوری حنفی ہے بعض لوگوں نے کہا قدور نام ایک گاؤں تھا جہاں آپ رہتے تھے۔ اس کی طرف منسوب کر کے قدوری کہا گیا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ قدر کی جمع ہے چونکہ آپ ہانڈی برتنوں کی تجارت کرتے تھے اس لئے قدوری کے ساتھ مشہور ہو گئے۔

مصنفؒ کی سند فقہ اس طرح ہے کہ آپ نے فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ جرجانی سے فقہ حاصل کیا انہوں نے احمد الجصاص سے اور انہوں نے عبید اللہ ابو الحسن الکرخی سے اور انہوں نے ابو سعید البردعی سے اور انہوں نے موسیٰ رازی سے اور انہوں نے امام محمد سے اور انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ سے

اجلہ فقہاء میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔ ابن کمال پاشا اور علامہ کفوی نے آپ کو اصحاب

تراجم میں سے شمار کیا۔ جیسے کہ صاحب ہدایہ اور ابن ہمام کو طبقات فقہاء کے طبقۂ خامسہ میں شمار کیا گیا لیکن عمدۃ الرعایہ میں کہا گیا ہے کہ مصنف کا شمار حضرات فقہاء کے طبقہ ثالثہ میں ہونا زیادہ صحیح ہے۔ اور روایات حدیث میں بھی بلند پایہ رکھتے تھے۔ اور اس میں آپ صدوق اور ثقہ تھے۔

آپ سے محدث حافظ خطیب بغدادی اور دوسرے محدثین عظام نے روایت کی۔ آپ کی پیدائش ۳۶۲ھ اور وفات بماہ رجب ۴۲۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر چھیاسٹھ سال تھی۔

حضرت مصنفؒ کی تصانیف میں (۱) مختصر القدوری۔ (۲) کتاب تجرید جو سات جلدوں پر مشتمل ہے (۳) کتاب تقریب (۴) شرح مختصر الکرخی وغیرہ ہیں۔ آپ کی مختصر القدوری فقہ حنفی میں بہت ہی معتمد علیہ متن ہے جس پر تمام علمائے احناف کا اتفاق ہے۔ ہدایہ وغیرہ فقہ حنفی کی کتابوں میں جہاں صرف لفظ کتاب لکھا گیا اس سے یہی متن قدوری مراد ہے۔ اسی مختصر قدوری میں بارہ ہزار مسائل ہیں۔ اور یہ مسائل بھی اکثر ظاہر روایت کے ہیں۔ اور یہ بہت بابرکت کتاب ہے۔ صاحب مصباح نے لکھا ہے کہ وباء کے زمانہ میں حنفیہ اس کو پڑھ کر برکت حاصل کرتے تھے اس کے ورد سے وبائی امراض دور ہو جاتے تھے۔ یہ کتاب زمانۂ قدیم سے اتنی بڑی اہمیت کا حامل رہی کہ بڑے بڑے علماء نے اس کی شروحات و تعلیقات لکھی ہیں۔ امام احمد بن محمد معروف ابونصر المتوفی ۴۸۲ھ نے عظیم الشان شرح لکھی کتاب قدوری کی شروحات میں "السراج" جس کا اختصار جوہرہ وغیرہ ہے (۲) نووی کی شرح مختصر قدوری (۳) کفایہ (۴) تقریر (۵) لباب وغیرہ ہیں ان کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

مصنفِ نور الایضاح

شیخ ابوالبرکات حسن بن عمار بن علی ابوالاخلاص مصری شرنبلالی فقیہ حنفی وفائی ہے نواحی مصر کے ایک شہر کا نام شبرابلولہ تھا اس کی طرف نسبت کرکے شبرابلولی کہنا قرین قیاس ہے لیکن خلاف قیاس شرنبلالی کے ساتھ مشہور ہو گئے۔ آپ کو جملہ علوم و فنون میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ زمانہ کے مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ متاخرین میں فقہ کے ممتاز ملکہ والے قواعد فقہ کے بڑے شناسا و دانا اور تحریر و تصنیف میں زبردست صاحب قلم تھے آپ کے زمانہ میں فتاوی میں آپ ہی پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

بچپن میں شیخ محمد حموی اور عبدالرحمن مسیری کے پاس پڑھتے تھے۔ امام عبداللہ نحریری

اور علامہ محمد محبی سے فقہ حاصل کیا۔ علم فقہ میں مصنف کی سند ان دونوں بزرگوں کے علاوہ شیخ امام علی بن غانم مقدسی سے بھی شائع ذائع ہے۔ جامع ازہر میں درس دیا۔ قاہرہ میں نشر علوم اور فقہ وفتاوی پر متعین تھے۔ اراکین دولت اور عام خاص مخلوق نے آپ سے علمی پیاس بجھاتی رہی۔ ان میں علامہ احمد عجمیؒ اور سید سند احمد حموی اور شیخ شاہین اسناوی وغیرہ مصری اور علامہ اسمٰعیل نابلسی شامی ہیں

اُن کی مدح میں بعض نے یہ مقولہ کہا شیخ حسن شرنبلالی ازہر کے چراغ اور اس کے روشن چمکیلا ستارہ ہیں۔ اگر انکو صاحب سراج وہاج دیکھتے تو ان سے روشنی لیتے یعنی استفادہ کرتے۔ یا صاحب ظہیریہ دیکھتے تو ان کے ظہور کے وقت پوشیدہ ہو جاتے۔ یا ابن الحسن دیکھتے تو اُن کی ثنا خوانی کرتے اور ابو یوسف دیکھتے تو ان کا اجلال کرتے۔

خوش خو، خوش زبان، فصیحُ اللسان تھے۔ مذہب میں بہت سی کتابیں لکھیں ملا خسرو کی کتاب الدُرر والغرر پر حاشیہ آپ کا بہترین علمی شاہکار ہے۔ یہ تالیف آپ کے ملکۂ راسخہ اور تبحر علمی کی کافی دلیل ہے۔ اور منظومۂ ابن وہبانؒ کی دو جلدوں میں شرح لکھی۔ اور فقہ میں آپ کا ایک متن اور متعدد رسائل اور متداول تحریرات ہیں اور آپ سلحاء و مجاذیب کے عقیدتمند تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی فقیر مجذوب نے آپ سے کہا کہ اے حسن! آج سے تو اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے کپڑے مت خریدا کر چنانچہ ان کے نزدیک لباس فاخرہ غیب سے آیا کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد کوئی لباس نہیں خریدا۔

آپ ۱۰۳۵ھ میں بمعیت استاذ ابو الاسعاد یوسف بن وفا مسجد اقصٰی میں گئے۔ استاذ موصوف سے تاحیات آپکی خاص وابستگی تھی۔ بروز جمعہ بعد نماز عصر ۱۱ رمضان ۱۰۶۹ھ میں تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور قرافۃ الکبریٰ کی تربۃ المجاورین میں مدفون ہوئے۔

"شہادت ثاقبؒ"

صاحب مالابدّ منہ، تفسیر مظہری، تذکرۃ المعاد، حقیقۃ الاسلام، مبسوط

عالم حقانی، مقبول بارگاہ سبحانی قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء مفسر کلام اللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ۔ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتیؒ مشہور صاحب علم و فضل کے خاندان میں ۱۱۴۳ھ میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عثمانؓ

سے جاملتا ہے۔ ابھی عمر کی سات منزلیں ہی طی کی تھیں کہ دولت حفظ سے مالا مال ہوگئے۔ مرکز علم دہلی پہنچکر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے اکتساب حدیث کیا۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ سے تکمیل علوم کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے انکی ذہانت، دقیقہ رسی اور تفقہ کی بناپر بیہقی وقت کے خطاب سے نوازا۔

یوں تو آپ کو تمام علوم مثلاً فلسفہ، ادب، تاریخ، حدیث، تفسیر، تصوف میں کافی دسترس حاصل تھی۔ لیکن فقہ اور اصول میں آپ خاص امتیاز کے مالک تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام ظاہری علوم سے فراغت حاصل کرلی۔ اس کے بعد شیخ محمد عابد سے تصوف کی تعلیم بیعت حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد تمام مراحل تصوف مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں پہنچکر طے کئے۔ پھر ان سے علم الہدیٰ کے لقب سے مشرف ہوئے۔ حضرت مرزا جان جاناں فرماتے تھے۔ کہ اگر قیامت کے روز خداوند کریم بندہ سے پوچھے کہ ہماری درگاہ میں کونسی تحفہ لایا ہے۔ تو عرض کروں گا کہ ثناء اللہ پانی پتی کو لایا

قاضی ثناء اللہ اکثر اوقات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ ہر روز سو رکعت نماز اور قرآن مجید کی ایک منزل تہجد میں پڑھا کرتے تھے۔

عمر کی ۸۲ منزل طی کر کے ۱۲۲۵ھ میں یہ آفتاب علم غروب ہوا۔ متعدد کتابیں آپ کے بلند پایہ علم و فضل کی یادگار ہیں۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ تفسیر مظہری، ارشاد الطالبین، تذکرۃ المعاد تذکرۃ الموتیٰ والقبور، حقیقۃ الاسلام، شہادت ثاقب، مبسوط، ما خذ الاقویٰ، رسالہ حرمت متعہ اور مالابد منہ وغیرہ۔ یہ کتاب مالابد منہ میں قاضی صاحب نے مسائل فقہ بڑے سلیقہ سے اختصار و جامعیت کے ساتھ بیان کئے ہیں اور گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔

صاحب بہشتی زیور، تجوید القرآن و جمال القرآن

حکیم الامت حضرت اشرف علی بن شیخ عبدالحق تھانویؒ۔ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ باپ کی طرف سے آپ فاروقی النسل شیخ ہیں اور ماں کیطرف سے آپ سید اور علوی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آپ کا تاریخی نام کرم عظیم اور دادھیال کا مقرر کردہ نام عبدالغنی اور ننھیال کیطرف حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوبؒ کا تجویز کردہ نام اشرف علی ہے۔ عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے تھانہ بھون رہکر پڑھیں۔ اور سنہ ۱۲۹۵ھ میں آپ

بغرض تحصیل و تکمیل علوم دینیہ مرکزی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی صدر مدرس اول دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ سید مدرس ثانی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ دیوبندی صدر مدرس ثالث وغیرہ آپ کے شفیق اساتذہ میں سے ہیں نیز آپ بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے براہ راست بعض تفسیر کے درسوں سے استفادہ کیا۔

آپ حکیم الامت، مشہور محدث، عارف باللہ، فقیہ اور بزرگ تھے۔ آپ دین کے ہر شعبہ کے کاموں کے لئے من اللہ موفق تھے۔ فراغت کے بعد ۱۳۱۵ھ تک کانپور کے مدرسہ جامع العلوم میں درس قرآن و حدیث دیا جس سے آپ کے تلامذہ ملک کے ہر ہر خطے میں پھیل گئے۔ ہندوستان کے ہر ہر گوشے کو وعظ و تبلیغ کے ذریعہ منور فرمایا۔ جب تصنیف کے میدان میں قدم لیا تو ہر علم و فن میں صوفیانہ، فقیہانہ، مفسرانہ، محدثانہ ہر ایک رنگ میں ۱۳ تصانیف ورثہ میں چھوڑیں آخر میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں مقیم ہوگئے تو ہند اور بیرون ہند کے لاکھوں انسانوں کو بیعت اور ارشاد کے سلسلہ میں داخل فرمایا۔ بڑی تعداد میں آپ کے خلفاء ہیں جنہوں نے مختلف خطوں میں اصلاح و تربیت کا کام مختلف رنگوں سے انجام دیا۔ بہرحال آپ کی تقریر، تحریر، تصنیف اور تبلیغ سے کروڑوں مسلمانوں کو علمی و عملی فیض پہونچا۔

آپ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء سے لیکر ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء تک دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اور مربی رہے آپ نے اپنی باطنی توجہات اور علو ہمت کے ذریعہ دارالعلوم کے جہاز کو فتن و حوادث کے تھپیڑوں سے محفوظ رکھا۔ آپ کے بعد سے اب تک سرپرست کے نام سے کسی شخصیت کا انتخاب عمل میں نہیں آیا۔

۸۲ سال تین ماہ گیارہ دن دنیا کو اپنے وجود مسعود سے متبرک فرمانے کے بعد ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ شب سہ شنبہ یعنی ۱۹ اور ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب میں بعد نماز عشاء آپ کا وصال ہوا تھانہ بھون میں قبرستان عشق بازاں میں مدفون ہوئے

اور ذوالوصفین (۱۳۶۲) تاریخ وصال ہے۔ اور آپ کی تاریخ وفات کے بارہ میں یہ شعر بھی ہے

شعر

بلیاد سال وصالش شنو ز من کہ منم
الف کشیدہ بگفتم "شہید گشتہ شہید"
۱۳۶۲ — ۱ — ۱۳۶۲

کتب اصول فقہ پر تحقیقی نظر

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اصول فقہ کے مہمات مسائل جن پر اس فن کی بنیاد قائم ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت المولود ۸۰ھ المتوفی ۱۵۰ھ کے زمانے میں مرتب ہو چکے تھے۔ اور اس اصول فقہ کے بانی بعض نے حضرت امام ابو یوسفؒ و محمدؒ کو کہا۔ اور انہوں نے ان اصول کے بارہ میں کوئی کتاب لکھی تھی لیکن افسوس کہ انکی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہم کو دستیاب نہ ہو سکی۔ بعض نے امام شافعیؒ کو کہا۔ کیونکہ انہوں نے اس فن میں کتاب الام "لکھی (فیض الباری از تاریخ فقہ ص ۲۲۷ مصنفہ علامہ شیخ محمد خضری بک مصری) بعد میں ایک وسیع فن بن گیا اور سینکڑوں مسائل ایجاد ہو گئے۔ ان تمام مسائل پر مشتمل اصل الاصول کتابیں بقول مشہور پانچ ہیں۔

کتاب البرہان	مصنفہ امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف ضیاء الدین الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ
المستصفیٰ فی اصول الفقہ۔	مصنفہ حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد غزالی المولود ۴۵۰ھ المتوفی ۵۰۵ھ۔
کتاب العہد۔	مصنفہ شیخ عبد الجبار معتزلیؒ۔
شرح کتاب العہد۔	مصنفہ شیخ ابو الحسن معتزلیؒ۔
کشف الاسرار یا اصول امام فخر الاسلام	مصنفہ علامہ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی المتوفی ۴۸۲ھ (ان کتابوں کی تلخیص دو میں)
المحصول فی اصول الفقہ	مصنفہ رئیس المحققین امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین رازی صدیقی صاحب تفسیر کبیر المولود ۵۴۴ھ المتوفی ۶۰۶ھ
احکام الاحکام فی اصول الاحکام	مصنفہ شیخ ابو الحسن علی بن ابی علی محمد المعروف سیف الدین آمدی المتوفی ۶۳۱ھ پھر ان دونوں تلخیصات میں امام رازی کی کتاب المحصول کی مختصر کتابیں تین ہیں
التحصیل	مصنفہ علامہ سراج الدین ابو الثناء محمود بن ابی بکر الارموی المتوفی ۶۸۲ھ
الحاصل	علامہ قاضی تاج الدین محمد بن حسین الارموی المتوفی ۶۵۶ھ کما ذکرہ الاسنوی و السیوطیؒ
تلخیص کتاب المحصول فی علم الاصول	علامہ محی الدین بن عربی المتوفی ۶۳۸ھ (کذا فی بستان المحدثین) اور علامہ سیف الدین آمدی کی کتاب احکام الاحکام کے اختصار میں بھی دو کتابیں تالیف کی گئیں۔
مختصر المنتہیٰ یا مختصر ابن حاجب	مصنفہ ابن حاجب جمال الدین ابو عمرو عثمان المولود ۵۷۰ھ المتوفی ۶۴۶ھ صاحب کافیہ
التحریر۔	مصنفہ امام کمال الدین محمد بن ہمام الدین عبد الواحد حنفی المعروف بابن الہمام صاحب فتح القدیر والمسایرہ المتوفی ۸۶۱ھ تلمیذ علامہ حمید الدین مسعود

مذکورۃ الصدر کتابوں کے اکثر خصوصی طور پر فخر الاسلام بزدوی کی کشف الاسرار اور سیف الدین آمدی کی احکام الاحکام کی جامع "بدیع النظام الجامع بین کتابی البزدوی والاحکام" ہے۔ مصنف شیخ امام مظفر الدین احمد بن علی المعروف بابن الساعاتی بغدادی حنفی المتوفی ۶۹۴ھ۔

اب درس نظامی میں جتنی کتابیں اصول فقہ کی پڑھائی جاتی ہیں۔ مثلاً توضیح، تلویح، نور الانوار، مسلم الثبوت، اصول الشاشی وغیرہ۔ اکثر مذکورۃ الصدر کتابوں کے بعد تصنیف کیگئی ہیں۔ چنانچہ ان درسی کتابوں میں بعض جگہ ان سابق کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق علم نہ ہونے کیوجہ سے متون حل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ لہذا احقر مؤلف نے ان کتابوں یعنی مطول، مختصر، تلخیص وغیرہ کے انواع اور ان مؤلفین کی تاریخ وفات پر روشنی ڈالی ہے۔

مصنف مسلم الثبوت

سلم العلوم والفطرۃ الالٰہیہ، وکتاب فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت

امام المعقول والمنقول قاضی مولانا محب اللہ بن عبدالشکور بہاری ہندی حنفی صوبہ بہار کے محب علی پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب درسیہ متنا اساتذہ کرام سے پڑھ کر مولانا قطب الدین شمس آبادی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد عالمگیر اورنگ زیب کی عنایت سے لکھنؤ پھر حیدرآباد کے عہدۂ قضا پر فائز ہوئے۔ پھر کسی بات پر ناراض ہو کر بادشاہ نے انہیں معزول بھی کر دیا تھا۔ لیکن جب بعض مخلص درباریوں نے سفارش کی تو شہنشاہ عالمگیر نے دوبارہ انکو اپنے یہاں بلا لیا۔ اور اپنے پوتے یعنی شاہزادہ شاہ عالم کے فرزند کی تعلیم و تربیت کا ذمہ ان کے سپرد کیا۔

جب شاہ عالم بن اورنگ زیب "افغانستان" یعنی صوبۂ کابل کی گورنری پر مامور ہوئے تو قاضی محب اللہ بہاری کو بھی اپنے شاگرد شاہزادہ کی ہمراہی میں جانا پڑا۔ کچھ زمانہ وہاں گذارنے کے بعد ۱۱۱۸ھ میں جب حضرت عالمگیر نے وفات پائی۔ تو سلطان شاہ عالم سلطنت مغلیہ کا حکمران اعظم اور مختار مطلق شہنشاہ ہو کر ہندوستان واپس آگئے۔ اور شہنشاہ شاہ عالم نے اپنے خلف الرشید کے اس استاذ علامۃ الدہر کی بہت قدر و منزلت اور حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ انہوں نے علامہ بہاری کو ممالک محروسہ کی صدارت کا منصب جلیل اور فاضل خاں کے معزز لقب سے سرفراز فرمایا۔

لیکن افسوس موت نے مہلت نہ دی۔ کہ آخر کار ۱۱۱۹ھ میں جب شہنشاہ شاہ عالم اکبرآباد پہنچے۔ علامہ بہاری ہمیشہ کیلئے دنیا سے روپوش ہو گئے۔

آپ کی "مسلم الثبوت" اصول فقہ میں ایک نہایت معروف و مستند اور اپنے اصول میں جامع و دقیق ترین کتاب ہے۔ اس لئے زمانہ کے ماہرین علوم نے اسکی توضیح و تشریح میں کثیر التعداد شروح لکھی ہیں۔ علامہ بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری ہندی المتوفی ۱۲۲۵ھ نے فواتح الرحموت "شرح مسلم الثبوت" نامی ایک جامع شرح لکھی جس سے ۱۱۸۰ھ میں فارغ ہوئے۔

منطق میں آپ کی کتاب سلم العلوم نہایت دقیق و غامض لیاقت بخش کتاب ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مصنف عجمی ہونے کے باوجود بعض غیر عجم کے دینی اداروں میں بھی داخل نصاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کی شروحات ایسی کثیر التعداد ہیں کہ شروحات کے ناموں کے مابین خلط نہ ہونے کیلئے خود شارحین نے اپنی اپنی شرح کو اپنے نام کیطرف منسوب کر دیا۔ جیسا کہ "حمد اللہ" کے مصنف کا نام حمد اللہ بن شکر اللہ ہے۔ "ملا حسن" کے مصنف کا نام ملا محمد حسن ہے۔ ویسا ہی قاضی محمد مبارک، ملا محمد مبین وغیرہ ہیں۔ (بعض ماہنامہ)

آپ کی دوسری تصنیفات میں بحث جزء لا یتجزی میں "رسالہ جوہر فرد" اور اصول غامضہ میں الفطرۃ الالہیہ وغیرہ مقبول ترین کتابوں میں سے رہیں۔

صاحب حُسامی

حضرت مولانا محمد بن محمد بن عمر اخسیکثی حنفی ہیں۔ الجواہر المضیۃ ج۲ کے مصنف نے آپکی کنیت ابو عبد اللہ بتائی۔ آپ کا لقب حسام الملۃ والدین ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں جملہ فنون و علوم کے امام و ماہر تھے۔ خصوصاً اصول فقہ میں کافی عبور تھا اور آپ سے علم فقہ حاصل کرنے والوں میں محمد بن عمر النوحابادی اور محمد بن محمد البخاری زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے ۲۰ ربیا ۲۲ ذی قعدہ بروز دوشنبہ ۶۴۴ھ کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔ القضاۃ السبعہ کے مقبرہ میں محمد بن محمد بن محمد عیدی کے استاذ قاضی خان کے قرب و جوار میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

"اخسیکثی" شہر اخسیکث کیطرف منسوب ہے جو بلاد فرغانہ میں ایک شہر کا نام ہے۔ صاحب کشف الظنون نے اس کتاب کا اصلی نام "المنتخب فی اصول المذہب"[۱] بتایا لیکن آپکے

[۱] اور صاحب حامی نے المختصر فی الاصول ×

لقب حسام الدین کیطرف نسبت کرتے ہوئے حسامی کہا جاتا ہے۔

بڑے بڑے فاضلوں نے اس کتاب کی شرح لکھی۔ حسام الدین حسین بن علی الصغناقی المتوفی ۷۱۱ھ نے پہلی مرتبہ اسکی شرح لکھی۔ اور اس کی شروحات میں عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری کی التحقیق اور امیر کاتب الاتقانی کی التبیین وغیرہ زیادہ معروف و مشہور ہیں"۔۱۲

مصنف "نورالانوار شرح المنار" التفسیرات الاحمدیہ

اس کتاب کے مؤلف کا اصل نام مولانا حافظ شیخ احمد بن ابوسعید بن عبیداللہ الحنفی الصدیقی الامیٹھوی ہے مگر عام لوگ آپ کو شیخ جیون یا ملا جیون (لفظ ہندی بمعنی الحیواۃ) کے لقب سے جانتے ہیں۔ سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے اسلاف کا اصل وطن مکہ معظمہ ہے۔ پھر آپ کا خاندان ہندوستان میں آکر مضافات لکھنو کے قصبہ امیٹھی میں بس گیا یہیں آپ کی ولادت ۱۰۴۷ھ میں ہوئی۔ بالکل کم عمری ہی میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا۔ اس کے بعد آپ دوسرے علوم وفنون کی تحصیل کیلئے مختلف شہروں کے چکر لگاتے رہے۔ بالآخر علاقہ فتحپور کے مقام کورہ میں ملا لطف اللہ کوروی سے آپ نے سند فراغ حاصل کی۔ یہ اس مبارک زمانہ کی بات ہے جبکہ چاروں طرف سلطان عالمگیر کی علم دوستی اور علماء پروری کا ڈنکا بج رہا تھا۔ قدر دانی کی اس کشش نے آخر ملا جیون کو بھی سلطانی دربار میں کھینچ لیا۔ کمالات ظاہری اور باطنی سے متأثر ہوکر عالمگیر اورنگ زیبؒ نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ خود عالمگیر اور ان کے فرزند شاہ عالم وغیرہ ہمیشہ آپ کے ادب و احترام کا لحاظ کرتے تھے۔

ملا جیون کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ کتب درسیہ کی عبارتیں صفحات کے صفحات نوک زبان تھے لمبے لمبے قصیدے ایک دفعہ سنکر یاد کرلیتے تھے۔ اٹھاون سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اسی سفر میں مدینہ منورہ کے قیام کے دوران کل دو مہینہ سات روز کے اندر "نور الانوار" جیسی اہم اور فنی کتاب مکمل تصنیف کی۔ اس کے علاوہ آپ کی اور بھی متعدد تصنیفات ہیں جن میں سے "التفسیرات الاحمدیہ" فی بیان الآیات الشرعیہ" زیادہ مشہور اور اہل علم کی نظر میں بہت مقبول ہے۔

۱۱۳۰ھ کو دارالسلطنت دہلی میں آپ نے وفات پائی۔ اور جائے پیدائش امیٹھی میں مدفون ہوئے۔ (کمانی ازہار الازہار بتغییر یسیر)

صاحب اصول الشاشی

بعض شارحین نے مصنف کا نام علامہ نظام الدین شاشی حنفی قرار دیا ہے۔ لفظ شاشی ماوراء النہر کے شہر شاش کیطرف منسوب ہے۔ اور کتاب الجواہر المضیہ میں شاش نہر جیحون کے قریب ایک مدینہ کا نام بتایا ہے۔ فہرست خدیویہ مصر میں اصول الشاشی مطبوعہ سنہ ۱۳۱۰ھ کے تحت میں اسحٰق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی متوفی ۳۲۵ھ کو مصنف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض مصنف نے اس کتاب کا نام کتاب الخمسین فی اصول الحنفیہ لکھا اور وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ مصنف علامہ نظام الدین جس سال اپنی عمر کا پچاسواں سال طے کر رہے تھے۔ اسی سال انہوں نے اس کتاب کی تصنیف کی غالباً مصنف نے اس کتاب کو ۷۸۱ھ میں ختم فرمایا ہے۔

کتاب اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع میں اصول فقہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ الشاشی الملقب بالقفال المتوفی ۵۰۲ھ مطابق ۱۱۱۳ عیسوی ہیں۔ یہ کتاب الشاشی کتاب اصول الشاشی کے علاوہ ہے۔ اور مصنف بھی دوسرے ہیں۔ اس لئے کہ علامہ قفال[1] المتوفی ۳۶۲ھ شافعی المذہب تھے اور اصول الشاشی مذہب حنفی کے مطابق تالیف ہوئی۔ اور اس کتاب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نظام الدین شاشی اصول فقہ اور فقہ حنفی کے بہت زبردست عالم تھے۔ انہوں نے احناف و شوافع کے اکثر اختلافی مسائل کو اصول کے ماتحت نہایت خوبی سے تحریر فرمایا ہے۔

یہ کتاب صدیوں سے مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں داخل ہے اور اصول فقہ کے فن میں جامعیت اور سلاست عبارت کے لحاظ سے مبتدیوں کے لئے بہت نافع کتاب ہے۔ اس کی متعدد مختصر اور مبسوط شروح لکھی گئیں۔ لیکن اولاً اس کتاب کی شرح المولی محمد بن الحسن الخوارزمی نے لکھی جو شمس الدین شاشی کے نام سے معروف ہیں۔

صاحب شرح عقائد، مختصر المعانی، المطوّل، التہذیب فی المنطق و تلویح فی الاصول شرح سعدیہ رسالہ شمسیہ، شرح مقاصد۔ و مفتاح الفقہ۔

حاشیہ[1] (بمعنی قفل ساز) اس علامہ قفال کا نام محمد بن اسماعیل معروف بہ قفال شاشی جو ماوراء النہر میں شافعیوں کے بڑے فقہاء میں سے تھے ۳۶۲ھ ان کی ایک کتاب اصول فقہ میں ہے اور ان ہی کے ذریعہ ماوراء النہر میں فقہ شافعی کی اشاعت ہوئی۔ (از تاریخ فقہ مصنفہ علامہ شیخ محمد خضری بک پروفیسر جامعہ مصریہ) ترجمہ ارود لحمد تقی امانی

امام المحققین سعد الملۃ والدین مسعود بن قاضی فخر الدین عمر بن برہان الدین عبد اللہ التفتازانی الخراسانی بماہ صفر ۷۲۲ھ یا بقول صاحب کشف الظنون ۷۱۲ھ میں ملک خراسان کے شہر تفتازان میں پیدا ہوئے مختلف اساتذہ کبار و شیوخ عظام، علامہ عضد الدین، قطب الدین رازی وغیرہ سے سمرقند میں علوم فنون کا استفادہ کیا۔ عنفوان شباب ہی میں آپ شہرۂ آفاق ہوگئے۔ علامہ کفوی کا بیان ہے کہ آپ جیسا عالم آنکھوں نے اور نہیں دیکھا۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تمام علوم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کی۔ چنانچہ آپ جب عمر کی سولھویں منزل پر قدم رکھا تو آپ نے ماہ شعبان ۷۳۸ھ میں شرح تصریف زنجانی تصنیف کی اس کے بعد ماہ صفر ۷۴۲ھ میں مطول شہر ہرات میں اور ۷۵۶ھ میں مختصر المعانی شہر غجدوان میں اور جمادی الاخری ۷۵۲ھ میں سعدیہ شرح رسالہ شمسیہ مزار جام میں اور ذو القعدہ ۷۵۸ھ میں تلویح بلاد ترکستان میں اور شعبان ۷۶۸ھ میں شرح عقائد نسفی اور ۷۷۰ھ میں حاشیہ شرح مختصر الاصول اور ۷۷۴ھ میں رسالۃ الارشاد خوارزم میں اور ذو القعدہ ۷۸۴ھ مقاصد اور شرح مقاصد سمرقند میں اور رجب ۷۸۹ھ میں تہذیب المنطق والکلام اور شوال ۷۸۹ھ میں شرح مفتاح سمرقند میں تصنیف کی۔ ان کے علاوہ ۹ ذی قعدہ ۷۶۹ھ میں فتاویٰ حنفیہ مقام ہرات میں اور ۷۷۲ھ میں مفتاح الفقہ اور ۸ ربیع الثانی ۷۸۹ھ میں شرح کشاف کی تالیف شروع کی مگر ان کی تکمیل نہ ہو سکی۔ الغرض بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کی کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کی بیشتر تصانیف داخل درس ہیں۔ اور آپ کی شعروں میں سے یہ شعر بھی ہے ؎

طویت باحراز العلوم و نیلہا ۔۔۔ رداء شبابی والجنون فنون

وحین تعاطیت الفنون و نیلہا ۔۔۔ تبین ان الفنون جنون

آپ آٹھویں صدی کا سب سے بڑے عالم تھے۔ حین حیات میں دور و دراز شہروں میں آپ کی تصنیفات پھیل گئی تھیں۔ شاہ تیمور لنگ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ آپ جب مطول تصنیف کی۔ اور شاہ کی خدمت میں اس کو پیش کیا تو شاہ نے بہت پسند فرمایا۔ اور عرصہ تک قلعۂ ہرات کے دروازہ کو اس سے زینت بخشی۔

ایک مرتبہ میر سید شریف جرجانی نے شاہ کی مجلس میں علامہ تفتازانی کے ساتھ اس موضوع

پر مناظرہ کیا کہ انتقام سبب غضب ہے یا غضب سبب انتقام ہے علامہ تفتازانی اول کے قائل تھے اور میر سید شریف ثانی کا قائل تھے۔ ہر دو مناظروں نے فیصلہ کیلئے شیخ ابو المنصور الکازرونی کو حکم تسلیم کر لیا۔ بعض نے موضوع مناظرہ استعارۂ تمثیلیہ اور تبعیہ کے جواز اجتماع کو تحریر کیا اور فیصلہ کرنے والا نعمان معتزلی کو بیان کیا۔ میر سید شریف فصیح اللسان تھا اور تفتازانی کی زبان میں قدرے لکنت تھی۔ حکم مذکور نے میر سید شریف کے حق میں فیصلہ صادر کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ نے علامہ تفتازانی پر میر سید شریف کا رتبہ بڑھا دیا۔ حالانکہ میر سید شریف علامہ تفتازانی کے تلامذہ میں شمار کئے گئے۔

علامہ تفتازانی کو سخت صدمہ اور رنج لاحق ہوا یہ برالم مصیبت سبب موت بنا حتیٰ کہ ۲۲ محرم الحرام ۷۹۲ھ پیر کے روز سمرقند میں روح قفس عنصری کو چھوڑ کر عالم ارواح کو پرواز کی اور وہیں آپکو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد ۹ جمادی الاول بدھ کے روز مقام سرخس میں منتقل کیا گیا میر سید شریف نے آپکی تاریخ وفات میں حسب ذیل شعر کہا ہے۔ ؎

عقل را پرسیدم از تاریخ سال رحلتش ÷ گفت تاریخش یکے کم طیب اللہ ثراہٗ

امام ممدوح کو مسلک کے اعتبار سے بعض نے شافعی کہا اور بعض نے حنفی کہا ہے۔ اتنے بڑے علامہ ہو کر مسلک کا اشتباہ انکی جین کیوجہ سے پیدا ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب المسامرۃ بشرح المسایرہ والفرائد فی حل شرح العقائد والدرر اللوامع بتحریر جمع الجوامع۔

شیخ الاسلام ابو المعالی کمال الدین محمد بن الامیر ناصر الدین محمد بن ابی بکر بن علی بن ابی الشریف المقدسی الشافعی ۵ ذی الحجہ ۸۲۲ھ میں قدس شریف پیدا ہوئے۔ علامہ زین الدین اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ سے علوم و فنون کا استفادہ کیا آپ کی تصنیفات میں الدرر اللوامع تحریر جمع الجوامع، الفرائد فی حل شرح العقائد۔ المسامرہ فی شرح المسایرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔
آپ نے ۲۵ جمادی الاخریٰ بروز جمعرات ۹۰۶ھ میں وفات پائی۔

صاحب مفتاح العلوم و صاحب تلخیص المفتاح والایضاح

صاحب مفتاح العلوم علامہ ابو یعقوب سراج الدین یوسف بن ابی بکر محمد بن علی الخوارزمی السکاکی المولود ۵۵۵ھ المتوفی ۶۲۶ھ ہے۔ آپ نے نو علوم پر مشتمل ایسی کتاب تصنیف فرمائی جو اس فن کی دوسری کتابوں میں سے نفع کے لحاظ سے زیادہ اہم اور بڑی تھی۔ کیونکہ آپ نے ساری کتاب کو تین قسموں میں منقسم فرمایا تھا۔ پہلی قسم میں علم نحو و صرف اور اشتقاق کا بیان ہے۔ اور دوسری قسم میں علم عروض علم قوافی اور علم منطق کا ذکر ہے اور تیسری قسم علم معانی، علم بیان، علم بدیع پر مشتمل ہے۔ اور اس کتاب مفتاح العلوم پر مختلف اہل علم حضرات شیخ ناصر الدین ترمذی، شمس الدین خطیبی الخلخالی۔ علامہ قطب الدین شیرازی وغیرہ تقریباً دس علماء کبار نے شروح و حواشی لکھکر غیر معمولی خدمت کی۔ لیکن اس کتاب مفتاح العلوم کی قسم ثالث علم بلاغت اور علم بدیع میں تصنیف شدہ کتب مشہورہ میں سے زیادہ نافع تھی "ترتیب، تحریر و تہذیب کلام اور جامع اصول ہونے کی حیثیت سے زیادہ ممتاز تھی اس لئے امام عالی ابو المعالی جلال الدین قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد عبد الرحمٰن بن امام الدین القزوینی الشافعی المولود ۶۶۶ھ المتوفی ۷۳۹ھ خطیب جامع دمشق نے اس کی تلخیص کی۔ اور ابو بکر شیخ عبد القاہر جرجانی المتوفی ۴۷۱ھ کی کتب بلاغت سے چند مسائل ضروریہ اضافہ کرتے ہوئے دونوں امامین جلیلین کی تحریر و تقریر جمع کرکے تلخیص المفتاح نامی ایک مختصر کتاب تالیف کی ہے۔ کتاب چونکہ خلاف توقع نہایت درجہ مختصر ہوگئی تھی اس لئے مصنف نے کتاب مذکور کی تصنیف سے فراغت کے بعد ایک اور کتاب تالیف کی جس کا نام "الایضاح" ہے۔ جو متن مذکور کیلئے شرح کے مثل ہے۔

یہ متن تلخیص المفتاح چونکہ جامع اصول و فصول، حاوی ضوابط و قواعد، محیط الامثلہ والشواہد ہونے کے ساتھ ساتھ توضیح و حسن ترتیب کے اعتبار سے بھی عدیم المثال اور بے نظیر متن ہے۔ اس لئے یہ متن ہمیشہ مقبول بین الخواص والعوام رہا۔ اور اس پر علماء فحول و افاضل اہل معقول و منقول کی شروحات۔ ملخصات۔ منظومات تیس سے زائد ہے۔ اس کی سوکر شروحات میں سے علامہ تفتازانی کی مختصر المعانی اور مطول بین الناس مشہور ترین ہیں۔ اور ان کے ذریعہ طالبان علم فصاحت و بلاغت برسوں سے سیراب ہو رہے ہیں۔

احوال امرؤ القیس صاحب معلقہ اولیٰ

سبع معلقات کا پہلا قصیدہ اشعر الشعراء وقائدھم الی النار الملک الضلیل امرؤ القیس شاعر کا ہے۔ اس کا اصلی نام توحندح ہے جو حجر بن مقصور کا بیٹا ہے یہ شاہزادہ کندہ بن عفیر بن عدی کی اولاد میں سے ہے جس کا سلسلۂ نسب یعرب بن قحطان تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے تقریباً چالیس سال پہلے ہے۔ اس نے نازک اور لطیف مضامین اشعروں میں باندھے اور اس نے سب سے پہلے کھنڈرات کا ذکر اور اجڑے نشان کے حالات پر رونے اور رلانے سے اپنے شعروں کو رونق اور زینت بخشی ہے۔ عورتوں کو ہرنوں اور نیل گائے وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دینے میں اس کی شاعری اور زود بیانی مسلم ہے۔ جیسا کہ نابغہ کی شہرت جوش بیان اور خوف کے مضامین میں اعشیٰ شراب کی مدح اور فردوسی نظامی جنگ کے بیان میں یکتا و مسلم ہیں اسی طرح اس کے نقبوں میں ملک الضلیل زیادہ مشہور ہے کیونکہ وہ عورتوں کی محبت میں مبتلا ہو کے راہ صواب سے گمراہ ہو گیا تھا۔ علقمہ، طرفہ، زہیر، عنترہ، حاتم طائی، نابغہ، اعشیٰ وغیرہ جو شعراء جاہلیت سے ہیں ان میں امراء القیس کی فوقیت سب کو مسلم ہے۔ اس کے نکاح کے بارے میں ایک عجیب واقعہ منقول ہے۔

امرأ القیس نے قسم کھائی تھی کہ میں کسی عورت سے اس وقت تک شادی نہ کروں گا جب تک کہ میں اس سے آٹھ چار دو کے بارے میں سوال نہ کرلوں۔ چنانچہ اس نے عورت کو خطبہ دینا شروع کیا۔ پس جس سے بھی سوال کرتا وہی کہتی کہ (آٹھ چار دو) چودہ ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ رات میں سیر و تفریح کر رہے تھے یکایک ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو اپنی کمسن لڑکی کو ہمراہ لئے ہوئے تھے گویا کمال حسن میں چودھویں چاند کی طرح تھی۔ امرؤ القیس کو وہ لڑکی نہایت خوبصورت معلوم ہوئی اور اس نے لڑکی سے آٹھ، چار، دو کے بارے میں سوال کیا۔ لڑکی نے فی البدیہہ جواب دیا امّا ثمانیۃ فاطباء الکلبۃ واما اربعۃ فاخلاف الناقۃ واما اثنان فثدیا المرأۃ یعنی آٹھ کتیا کے تھن ہیں اور چار اونٹنی کی اور دو عورت کے پستان ہیں۔

امرؤ القیس نے لڑکی کے باپ کو نکاح کے پیغام دیا اس نے شادی کر دی مگر لڑکی نے شرط لگائی کہ میں شب زفاف میں تین باتیں دریافت کروں گی۔ امرؤ القیس نے منظور کر لیا۔ اور یہ بھی شرط لگائی کہ ایک سو اونٹ۔ دس غلام۔ دس کنیزیں تین گھوڑے دینے ہوں گے۔ امرؤ القیس نے اس کو بھی منظور کر لیا۔ امرؤ القیس نے اپنے غلام کے ذریعہ بہت کچھ ہدیہ ارسال کیا اور وہ ہدیہ لیکر

لڑکی کے پاس گیا اس حال میں کہ اس لڑکی کے والدین اور بھائی غائب تھے غلام نے ان کے بارے میں سوال کیا لڑکی نے کہا! اپنے آقا کو جاکر بتا دینا کہ میرے باپ قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرنے گیا ہے۔ اور میری ماں ایک کو دو کرنے گئی ہے اور میرا بھائی آفتاب کی نگہبانی کرنے گیا ہے۔ غلام نے اپنے آقا امرؤالقیس کو اطلاع دی آقا نے کہا پہلی بات کا مطلب یہ ہے کہ اس کا باپ کسی قوم سے معاہدہ کرنے گیا ہے۔ اور دوسری بات کا مقصد یہ ہے کہ اس کی ماں ایک نفاس والی عورت کے پاس دایہ ہوکر گئی ہے۔ اور تیسرا مقولہ کا منشا یہ ہے کہ اس کا بھائی اپنے مویشیوں کو چرا رہا ہے اور غروب آفتاب کا منتظر ہے تاکہ شام ہونے پر ان کو گھر لے آئیں۔

امرؤالقیس اپنے سسرال کے گھر گئے اور کہا کہ بلند مقام پر بستر لگاکر خیمہ نصب کرو لڑکی نے اس کے پاس اطلاع بھیجی کہ میرے تین شرطیں پوری کرو۔ امرؤالقیس نے جواب دیا کہ جو چاہے سو پوچھ لے۔ عورت نے کہا لِمَ تختلج شفتاک یعنی تیرے ہونٹ کیوں حرکت کرتے ہیں۔؟ امرؤالقیس نے جواب دیا۔ پانی ملی ہوئی شراب پینے کیلئے۔ عورت نے کہا فلم تختلج کشحاک یعنی تیرے پہلو کیوں کانپتے ہیں؟ امرؤالقیس نے کہا یعنی چادر اوڑھنے کیلئے۔ عورت نے کہا فلم تختلج فخذاک یعنی تیرے رانیں کیوں پھڑکتی ہیں۔ امرؤالقیس نے کہا توانا اور فربہ گھوڑے کے ایڑ لگانے کیلئے عورت نے کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ ہے میرا شوہر " اس کا تم سب احترام و تعظیم کرو (واقعۂ موت) بنی اسد سے باپ کا قصاص لیکر قیصر روم کا ارادہ کیا اور قیصر روم کے دربار میں بڑی عزت ملی لیکن چند روز کے اندر قیصر روم کی لڑکی اس پر عاشق ہوگئی اور یہ بھی اس پر شیفتہ ہوگیا بنی اسد میں سے ایک شخص طماح نے جاکر قیصر روم کو اس کی اطلاع دی تو بادشاہ کو یہ سخت ناگوار گذرا لیکن مصلحتاً کچھ نہیں کیا اور حسب وعدہ سب کچھ دیکر کمال عزت کے ساتھ رخصت کیا بعد میں ایک شخص کو خلعت دے کر بھیجا اور اس کو یہ حکم دیا کہ امرؤالقیس کو حمام سے نکلنے کے بعد یہ لباس پہنا دو اور یہ لباس بالکل زہر آلود تھا۔ جب امرؤالقیس نے یہ خلعت پہنی تو زہر کا اثر اس قدر ہوا کہ اس کا سارا بدن پھٹ گیا۔ بالآخر سخت معذوری کی حالت میں ڈولی کی سواری میں شہر انگورہ پہنچا جو موجودہ ترکی کا دار السلطنت ہے۔ اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور انگورہ کے جبل عسیب کے متصل مدفون ہوا۔

صاحب دیوان حماسہ

مولف کا نام ابوتمام حبیب بن اوس بن حارث بن قیس بن اشج بن یحیی بن مروان طائی حورانی ہے۔ آپ سنہ ۱۹۰ھ کو دمشق کے قریب موضع جاسم میں پیدا ہوئے۔ قبیلۂ طئی میں ایسے تین اشخاص پیدا ہوئے جو اپنی اپنی صفت میں سارے عالم کے لئے ضرب المثل بنے ہیں۔ جیسے (۱) حاتم طائی سخاوت میں (۲) حضرت داؤد طائی زہد و عبادت میں (۳) اور ابوتمام حبیب طائی فن شعر میں۔

آپ کو بچپن ہی میں مصر لیجایا گیا وہاں فقر و فاقہ اور حالت غربت میں نشو و نما پائی، جامع مسجد عمرو بن العاص میں ٹھیلے کے ذریعہ پانی لانے کے کام پر مامور ہوئے۔ اسی مفلسی کے عالم میں آپ نے عربی زبان سیکھی اور ہزاروں اشعار حفظ کئے۔ اور جب شعر و صحافت میں درجۂ کمال تک پہنچے اور اس پر ملکہ راسخہ اور قدرت تامہ حاصل ہوئے تو مصر سے پایۂ تخت بغداد تشریف لے گئے وہاں آپ نے خلیفہ معتصم باللہ عباسی اور دوسرے بادشاہوں کی مدح میں قصیدے لکھے اور خلیفہ معتصم کی خدمت میں رہکر شہر موصل کے محکمۂ ڈاک کا افسر مقرر ہوئے۔ اور وہیں سنہ ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

ابوتمام ان تین شعراء میں اول درجے کے شاعر ہیں جن کی بدولت شعرائے محدثین کو حیات جاودانی نصیب ہوئی۔ اور جن کی شعروں کو ابدی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ تین شعراء یہ ہیں۔ (۱) ابوتمام صاحب دیوان حماسہ (۲) بحتری متوفی سنہ ۲۸۴ھ (۳) اور متنبی متوفی سنہ ۳۵۴ھ

یہ قول مشہور ہے کہ ابوتمام کو قصائد و رباعیات کے علاوہ چودہ ہزار رجزیہ اشعار زبانی یاد تھے۔ چنانچہ آپ نے "فحول الشعراء" کے نام سے جو انتخاب کیا تھا اس میں شعراء ایام جاہلیت مخضرمین، اسلامیین کے کلام کا بڑا حصہ شامل تھا۔ آپ نے ایک انتخاب اور بھی کیا تھا جس میں شعراء کے بہترین اشعار جمع کئے تھے۔ اس کا نام کتاب الاختیارات رکھا لیکن ان تمام انتخابوں میں سے بہترین انتخاب بلکہ عربی میں جس قدر اشعار کی کتابیں منتخب کیگئیں سب پر بلا استثناء یہ "دیوان حماسہ" ترجیح رکھتی ہے۔ عربی زبان میں اشعار کا اتنا بڑا اور عمدہ ذخیرہ کہیں نہیں ہے۔ اس کے تدین عادات و اطوار و محاورات عربیہ عموماً اور حالات و خیالات ایام جاہلیت خصوصاً بخوبی مطلع ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے اختیار شکر گذار ہونا چاہئے۔ کہ ایسی غیر مہذب جنگجو حیوانوں جیسی قوم کو ہدایت کے نور سے منور کیا اور افضل ترین انسان بنا دیا ہے۔ اس کتاب کی متعدد

شروحات میں سے ابو زکریا یحییٰ بن علی خطیب تبریزی متوفی سنہ ۵۰۲ھ کی شرح زیادہ قابل ذکر ہے

صاحب دیوان المتنبی

ابوالطیب احمد بن حسین بن حسن بن عبد الصمد جعفی کندی کوفی ہیں آپ کوفہ کے محلہ کندہ میں سنہ ۳۰۳ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کوفہ کے خاندان سقہ میں سے تھے اور والد صاحب کے ساتھ بچپن ہی میں ملک شام چلے گئے تھے۔ وہاں ادب و صحافت کے میدان میں گامزن ہوتے ہوئے اعلیٰ درجے کے فصیح و بلیغ شاعر بن گئے۔ یہاں تک کہ بعض نے آپکو شعراء محدثین کے طبقہ میں نمبر اول شمار کئے مگر بعض نے ابو تمام متوفی سنہ ۲۳۱ھ اور بحتری متوفی سنہ ۲۸۴ھ کے درجے کو آپ سے بلند کہا۔ لیکن بالاتفاق آپ ابن الفارض، ابونواس، ابوالعتاہیہ اور جریر وغیرہم جو شعراء محدثین ہیں۔ ان سے اعلیٰ و بالا ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس طبقہ کے کلام کے ساتھ استشہاد صحیح نہیں البتہ قواعد کے مثالوں میں آپ کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ متنبی یعنی مدعی نبوت کے لقب کے ساتھ معروف و مشہور ہیں کیونکہ آپ نے بادیۃ السماوہ میں نبوت کا دعویٰ کیا بنی کلب وغیرہ کی ایک جماعت انکی امت بنی تھی۔ دعویٰ نبوت کے وقت متنبی نے تک بندی مقابلہ قرآن مجید میں لکھی تھی۔ اقسم بخالق اللیل والریح الھابۃ باللیل ان الکافر لطویل الویل وان الکفر لمکفوف الذیل پھر محبوس ہوئے توبہ کر کے مخلص مسلمان ہوئے۔

اور بعض نے متنبی کے ساتھ معروف ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ آپ کے اشعار کچھ دعویٰ نبوت کی طرف موہم و مشیر ہوئے۔ نہ کہ حقیقت میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا جیسا کہ

ما مقامی بارض نخلۃ الا   کمقام مسیح بین الیہود
انا فی امۃ تدارکھا اللہ   غریب کصالح فی ثمود

ان اشعار سے حاسدوں نے متنبی مشہور کر دیا اور آپ کے دعویٰ نبوت کے بارے میں اور بہت سی روایات ہیں۔ علی بن حمزہ نے بیان کیا متنبی میں تین خصال زیادہ محمود تھے (۱) متنبی اپنی حیات میں کبھی جھوٹ نہیں بولا (۲) زنا نہیں کیا (۳) لواطت نہیں کی۔

اور تین خصال ذمیمہ بھی تھے (۱) کبھی روزہ نہیں رکھا (۲) کبھی نماز نہیں پڑھی (۳) اور بہ نیت عبادت

کبھی قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی۔

متنبی زیادہ دلیر اور فصیح اللسان اور بادشاہوں کے طبیعت شناس تھے لیکن بخل اور مال کی حرص کیوجہ سے امرأ کے سامنے ذلیل وخوار تھے۔

متنبی غایت درجہ کی قوت حافظہ کے مالک تھے تیس ورقوالی ایک کتاب کو خریدنے کیلئے سرسری نظر سے مطالعہ کرتے ہوئے حفظ کرلیا۔ آپ کچھ زمانہ "سیف الدولہ بن حمدان" کے امیر کی مدح سرائی کرتے رہے۔ پھر "کافور اخشیدی" کے دربار میں چند روز سکونت اختیار کی۔ لیکن وہاں بھی اختلاف برپا ہوا۔ اس کے بعد بلاد فارس میں پہنچکر عضد الدولہ بن بویہ دیلمی کی تعریف میں مشغول ہوئے۔ بڑے بڑے عطیات وانعامات ملے ہیں پھر بغداد کیطرف سفر اختیار کیا۔ اور وہاں سے کوفہ کیطرف روانہ ہوئے "فاتک بن جہل اسدی" اور اس کے لشکروں اور متنبی کی جماعت کے مابین ایک مقابلہ اور جنگ ہوئی۔ متنبی اور ان کے فرزند محمد اور ان کا غلام مفلح نے نعمانیہ کے قریب مقام "صافیہ" میں بروز بدھ بماہ رمضان المبارک ۳۵۴ھ ہجری کو وفات پائی۔

صاحب مقامات

علامہ ابو محمد قاسم بن علی بن عثمان بصری حریری چار سو چھیالیس ہجری ۴۴۶ھ کو ملک بصرہ کے شہر "مشان" میں پیدا ہوئے۔ یہ ایک زیادہ خرمہ درخت والی جگہ تھی۔ مصنف خود اٹھارہ ہزار خرمہ درخت کے مالک تھے۔ اور آپ حریر یعنی ابریشم کو تیار اور فروخت کرتے تھے اس لئے آپ کو حریری کہا جاتا ہے۔ اور آپ نہایت ذکی، ہوشیار، فصاحت و بلاغت میں یکتا ماہر فن امام تھے۔ خصوصًا علم نحو، صرف، لغت، معانی بیان بدیع میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی یہ تصنیف اسکی کافی دلیل ہے۔ چنانچہ اس کتاب سے متأثر ہوکر صاحب کشاف علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔

ـــہ اقسم باللہ وآیاتہ . ومشعر الحج ومیقاتہ
ان الحریری حری بان . تکتب بالتبر مقاماتہ
معجزۃ معجز کل الوری . ولو بھروا فی ضوء مشکاتہ

اس کے علاوہ علامہ حریری کی اور بھی بہترین تصانیف ہیں جس میں درۃ الغواص فی اوہام

الخوام اور ملحۃ العرب، فن نحو کی منظوم کتاب اور عربی دیوان ورسائل بھی قابل ذکر ہیں۔
اپ اسے کمالات سے باوجود بھی بنفس بکمہ اور خوش مزاج تھے۔ ایک دفعہ کوئی شخص آپ کی شہرت سن کر ملاقات کیلئے آیا بدقسمتی سے حریری بدصورت تھے اس لئے وہ پہچان نہ سکا۔ خود حریری سے حریری کو دریافت کرنے لگا تو انہوں نے فی البدیہہ یہ کہنا شروع کر دیا۔ ؎

ما انت اول ساءٍ غرّہ القمر ۔۔۔ ورائد اعجبتہ خضرۃ الدمن
فاختر لنفسک غیری اننی رجل ۔۔۔ مثل المعیدی فاسمع بی ولا ترنی

آپ نے چھٹی رجب المرجب ۵۱۶ھ کو بمقام بصرہ ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔

تصنیف مقامات کا واقعہ:- آپ کے بیٹے ابو القاسم عبد اللہ نے یہ بیان کیا کہ میرے والد ماجد بنی حرام (عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے) میں جلوہ افروز تھے یکایک ابو زید مطہر بن سلار السروجی آیا۔ اس کے ساتھ سفر کا سامان تھا۔ اس نے نہایت فصاحت آمیز تقریر کے ضمن میں اپنی حاجات پیش کیں۔ اور کہا رومیوں نے اس کے بچہ زید کو قید کر رکھا ہے۔ اس سے لوگوں نے اس کو ابو زید کی کنیت سے مشہور کر دیا۔ حالانکہ زید اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔

لوگ اس کی فصاحت وبلاغت سن کر بہت متعجب ہوئے۔ اور میرے والد صاحب نے مسجد حرام کے واقعہ اور تقریر کو لکھ لیا جس کا ذکر مفصل اڑتالیسواں مقام (المعروف بالحرامیہ) میں موجود ہے اور اس کو ابو زید کی طرف منسوب کیا۔ اس مقامہ حرامیہ کو لکھ کر ابو نصر نوشیروان بن خالد کے وزیر مسترشد باللہ کے سامنے پیش کیا۔ وزیر نے خوش ہو کر اس جیسے اور بھی مقامات لکھنے کا حکم دیا پس مصنف نے پچاس مقامات پورے کر دئیے۔

صاحب نفحۃ العرب شرح لامیۃ المعجزات وشرح عروض المفتاح

شیخ الادب حضرت اعزاز علی بن حسن علی بن خیر اللہ ہندوستان کے مشہور شہر بدایوں میں ۱۳۰۰ھ کو غروب شمس کے وقت پیدا ہوئے۔ حضرت موصوف کا آبائی وطن مراد آباد کے مضافات میں قصبہ امروہہ ہے آپ کے آباء واجداد شاہی لشکر میں مناصب جلیلہ اور بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ اور آپکے ابتدائی استاذ حضرت قطب الدینؒ ہیں۔ اور حفظ قرآن شریف حضرت حافظ شرف الدین کی نگرانی میں پورا کیا۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد مرحوم اور مولانا مقصود

علی خان صدر مدرس مدرسہ گلشن فیض" اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب وغیرہ سے پڑھی ہیں۔

تحصیل علوم عالیہ کے لئے ملک ایشیا کی مرکزی درسگاہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے سنہ ۱۳۲۱ھ میں دار العلوم سے فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند محمود الحسن (سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند) نے مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگلپور میں پڑھانے کا حکم فرمایا چنانچہ آپ تقریباً سات سال تک اس ادارے میں درس دیتے رہے۔ اس سے مستعفی ہو کر شاہجہانپور تشریف لائے اور ایک مسجد میں افضل المدارس کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا وہاں تین سال تدریسی امور انجام دینے کے بعد سنہ ۱۳۳۰ھ کو دار العلوم دیوبند میں آپ کا تقرر بحیثیت مدرس ہوا وہاں آپ کے درس نے ایسی مقبولیت حاصل کی کہ شیخ الادب والفقہ سے مشہور ہو گئے اور عمر کے آخری دور میں کئی سال ترمذی جلد ثانی اور تفسیر کی بلند پایہ کتابیں پڑھائیں۔ تادم آخر دار العلوم دیوبند میں بخیر وخوبی تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ مزید برآں میدان علم میں آپ کا گراں قدر احسان یہ ہے کہ آپ درس نظامی کے ادق اور مشکل ترین کتابوں کے بڑی کاوش وتحقیق کے ساتھ عجیب وغریب حواشی لکھے جنکی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) حاشیہ نور الایضاح فارسی، عربی (۲) حاشیہ دیوان حماسہ (۳) حاشیہ کنز الدقائق۔ (۴) حاشیہ دیوان متنبی عربی و اردو (۵) ترجمہ دیوان متنبی (۶) حاشیہ شرح نقایہ (۷) حاشیہ مفید الطالبین (مختصر مطول) (۸) شرح لامیۃ المعجزات (۹) شرح عروض المفتاح (۱۰) ابن حجر ہیتمی مکی کی کتاب زواجر کا ترجمہ۔ اور آپ نے ادب کی بعض مروجہ کتابوں کے غیر اخلاقی مضامین کو دیکھ کر خود ہی ادب کی ایک کتاب (۱۱) "نفحۃ العرب" اور اس کا حاشیہ مرتب فرمایا جس میں مؤلف ممدوح نے کوشش کی ہے کہ اس کے ذریعہ طلبہ میں اسلامی غیرت وحمیت، ادبی دلچسپی، علو ہمت اور علوم عربیہ کی قوت و استعداد پیدا ہو۔ اس کتاب کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے کہ اکثر مدارس دینیہ میں داخل نصاب ہے۔

حضرت ممدوح کے شاگردوں کی تعداد پانچ چھ ہزار سے زیادہ ہے۔ اور آپ کو جس طرح اردو نظم ونثر پر قدرت تھی اسی طرح عربی نظم ونثر میں بھی کافی دسترس تھی۔ دار العلوم دیوبند کے مشہور تیئیس بائیس (۲۲) مصنفین کرام کی فہرست میں آپ بھی ایک محدثانہ اور فقیہانہ اور ادیبانہ قابل ومقبول مصنف ہیں۔ آپ ایک بے نظیر استاذ، متبحر عالم دین اور جامع الاوصاف

شخصیت تھے، دارالعلوم میں آپ کی علمی خدمات کا سلسلہ چالیس ۴۰ برس تک ممتد رہا۔ ۱۳ رجب بروز منگل بوقت صبح صادق مطابق ۱۳۲۳ھ ہجری کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ دارالعلوم کے متصل مقبرۂ قاسمی میں آرام فرما ہیں۔

؎ تھا جو مہر محمدی کا چودھویں تیرہ رجب۔ جب ہوئے اوجھل ہماری آنکھوں سے شیخ الادب

"صاحب قصیدۃ البردہ الموسومۃ بالکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریہ"

ابو عبداللہ محمد بن سعید بن حماد بن محسن بن عبداللہ بن صنہاج بن ہلال صنہاجی دلاصی بوصیری ہیں۔ آپ کا لقب شرف الدین ہے۔ آپ یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق ۷ مارچ ۱۲۱۲ء کو مصر کے قصبۂ دلاص میں پیدا ہوئے اور سلسلۂ نسب قبیلۂ بربر صنہاجہ تک پہنچتا ہے اور مقام سکونت کی مناسبت سے بوصیری کہا جاتا ہے۔

علامہ بوصیریؒ کو اکثر علوم پر کامل دسترس حاصل تھا آپکو خصوصاً ابتدائے عمر میں شعر گوئی کا شوق ذوق تھا۔ آپ کا مجموعہ اشعار جو دیوان بوصیریؒ کے نام سے چھپ گیا ہے اور متداول ہے آپ کی شعر گوئی اور قادر الکلام ہونے پر شاہد عدل ہے۔ شیخ الاسلام جلال الدین سیوطی، علامہ ابن العماد حنبلی وغیرہ نے آپ کی شاعرانہ حیثیت کا بڑی فراخ دلی کے ساتھ اعتراف کیا ہے مستشرقین میں نکلسن کو بھی بوصیریؒ کی جلالت شان کا قائل ہونا پڑا۔

اپنے زمانہ کے مشہور مصری صوفی ابوالعباس احمد المرسی المتوفی ۶۸۶ھ کے مرید تھے آپ کا خصوصی تعلق امرأ و ارباب اقتدار میں سے وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کے ساتھ تھا۔ اور اس کی شان میں متعدد قصائد لکھے۔

نعتیہ قصائد میں اس قصیدۂ بردہ کو ایسی مقبولیت اور امتیازی شان حاصل ہے کہ اس کی شروحات، تضمینیں تشطیریں تخمیسیں تسبیعیں اور تذییلیں سب سے زیادہ لکھی گئی ہیں۔ عالم اسلام کے بڑے بڑے مصنفین نے چنانچہ علامہ سعدالدین تفتازانی، جلال الدین محمد بن احمد المحلی جیسی چالیس ۴۰ ہستیوں کے لگ بھگ قصیدۂ بردہ کی شروحات و تراجم لکھے ہیں لاطینی جرمنی، فرانسیسی۔ انگریزی، فارسی، اردو بنگالی یعنی دنیا کی متعدد مشہور زبانوں میں اس کے کثیر التعداد تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اور اس قصیدۂ بردہ کے نہج پر سینکڑوں سے بھی زائد شاعروں نے

نعتیہ قصیدے کہے ہیں یہاں تک کہ موجودہ صدی کے امیر الشعراء احمد شوقی المتوفی ۱۳۵۱ھ نے بھی ایک نعتیہ قصیدہ اسی بحر و قافیہ میں لکھا ہے۔ جو "نہج البردہ" کے نام سے بار بار چھپتا ہے۔ اور اسی قصیدۂ بردہ کی مقبولیت طبقۂ مشائخ کرام میں زیادہ حاصل ہوئی۔

اس قصیدۂ متبرکہ کی تصنیف کا سبب اور وجہ تسمیہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب علامہ بوصیری فالج کے عارضہ میں مبتلا ہوئے اور نصف بدن آپ کا حس و حرکت سے بیکار ہوگیا اور علاج و معالجہ سے مایوس ہو کر اس قصیدہ کو حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا اور خدا وند قدوس کے دربار میں بخلوص عقیدت و طلب عافیت شب جمعہ میں تنہا بیٹھکر پڑھنا شروع کیا تو آپ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ اور اس حالت میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہو کر اپنے مرض کے ازالہ کے واسطے دعا کے طلبگار ہوئے پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو علامہ بوصیری کے اعضائے مفلوجہ پر پھیر کر دعا کی تو خدا کے تعالے نے اپنے حبیب کی برکت سے آپکو شفائے کامل بخشی۔

"ارمغان نعت" اور "عطر الوردہ" وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو حالت نیند میں قصیدہ ہذا سنکر عنایت فرمائی۔ صبح کو بوصیری نے اس کی برکت سے اپنے پیروں کو چلنے پھرنے کے قابل پایا اور انہیں مرض سے شفا حاصل ہوگئی۔

لیکن فی الحقیقت قصیدۂ "بانت سعاد" جو کعب بن زہیر بن ابوسلمہ کے نتائج فکر ہیں جس کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں مشافہۃً کعب نے عرض کیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت شاد و خرم ہوئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ چادر خاص جو اس وقت اوڑھے ہوئے تھے عطا فرمادی تھی۔ اس لئے اس قصیدہ کا نام قصیدۂ بردہ (یعنی چادر والا قصیدہ) کے ساتھ مشہور ہونا قرین قیاس ہے۔ کیونکہ یہ حالت بیداری میں اور وہ حالت نیند میں۔ لیکن علامہ بوصیری کے نعتیہ اشعار قصیدہ بردہ شریف کے نام سے معروف و مشہور ہے اور وہ قصیدہ اپنے ابتدائی الفاظ سے قصیدۂ بانت سعاد کے ساتھ مشہور ہے۔

۲۶ھ ۶۶۲ء میں حضرت کعبؓ کا انتقال ہوگیا اور ان کے فرزند نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی یہ چادر فروخت کردی امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے اپنی ذاتی رقم چالیس ہزار درہم میں اس چادر کو خرید کر دمشق میں محفوظ کر دیا تھا۔ ۱۳۲ھ میں یہ متبرک چادر اولین عباسی خلیفہ کے ہاتھ آئی پھر

یہ بنی عباس کے خزانہ میں محفوظ رہی لیکن مامون الرشید کے عہد ۱۹۸ھ سے ۲۱۸ھ تک میں کسی وقت ضائع ہوگئی۔ حضرت علامہ بوصیری کی وفات ۶۹۶ھ ۱۲۹۶ء کو ہوئی۔

صاحب دیوان علی حضرت علی بن ابی طالبؓ کی سیرت وسوانحعمری

امیر المومنین ابوالحسن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور آنحضرت کی صاحبزادی حضرت سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کا شوہر اور بنی ہاشم کا اولین خلیفہ اور عالم اسلام کا چوتھا خلیفۃ المسلمین ہیں۔

آپ ۱۳ رجب المرجب مطابق ۳۰ عام الفیل ۶۰۰ء کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بتیس ۳۲ سال بعد جمعہ کے دن مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے بعد حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی برکات سے مستفیض ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ کا آئینہ قلب پہلے ہی سے پاک اور شفاف تھا۔ آفتاب نبوت کی پرتو کو فوراً قبول کرلیا کیونکہ آپ نے بچپن میں کبھی بت پرستی نہیں کی۔ کیونکہ آپ کے نام کے بعد کرم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ یہ بھی ہے۔

آپ زیادہ بہادر اور دلیر تھے۔ سوائے غزوۂ تبوک کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر جنگ میں شریک رہے۔ آپ کے دست مبارک سے خیبر جیسا زرخیز ملک فتح ہوا۔ آپ کو اسداللہ یعنی شیر خدا کا معزز خطاب نصیب ہوا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور وہاں کے بتوں کو اپنے دست مبارک سے توڑا۔ ایک بت جو اونچائی میں مضبوطی سے سلاخ میں پیوست تھا۔ اس کو اتارنے کیلئے حضرت علی رضؓ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوش مبارک پر چڑھایا۔ اور بت کو پاش پاش کر دیا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ آپ میرے کندھوں پر سوار ہوں۔ فرمایا تم بار نبوت نہ اٹھا سکو گے اور میں بار ولایت اٹھالوں گا

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ جو علی کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے پھر دعا کی یا اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ آپ فطرۃً ذہین اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد

۱؎ متوفی ۴۰ھ مطابق ۶۶۱ء۔

افصح الناس تھے۔ حضرت ممدوح بڑے شاعر خوش مزاج اور چھوٹے قد کے تھے لیکن حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دراز قد کے تھے ایک روز تینوں حضرات چلتے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی بیننا کالنون لنا حضرت علی رضؓ نے فی البدیہہ جواب دیا لولا کنت بینکما لکنتما لا۔

ایک دن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علے رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرما تناول فرما رہے تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی بے خبری میں خرما کی گٹھلی حضرت علیؓ کی گٹھلی کے ساتھ اُن کے سامنے رکھدئیے۔ تناول ختم ہونے کے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مزاح کرتے ہوئے فرمایا جس کے سامنے گٹھلی زیادہ ہیں اس نے خرما زیادہ کھایا۔ حضرت علیؓ نے فی الفور جواب دیا جن کے سامنے گٹھلی نہیں انہوں نے خرما کے ساتھ گٹھلی بھی کھالی۔ فن تصوف کے تمام سلسلے حضرت علیؓ کے توسط سے نبی خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتے ہیں۔

آپ بڑے فقیہ اور قابل ذکر محدث تھے۔ آپ سے ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں آپ کی شان میں قرآن کریم کی تین سو آیتیں نازل ہوئیں۔ ان بعض آیتوں سے اشارہ آپ کا خلیفہ رابع ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ میں عہد صدیقی فَاٰزَرَهٗ میں عہد فاروقی فَاسْتَغْلَظَ میں عہد عثمانی اور فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ میں عہد علی مرتضیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ بعض دوسرے بزرگوں نے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے صدیق اکبر اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ سے حضرت فاروق اعظم رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ سے حضرت عثمان غنی تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے حضرت علی رضو علی الترتیب اشارۃً خلفائے اربعہ مراد ہیں۔ اگرچہ اس آیت کو تمام صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی مدح و منقبت پر مشتمل ماننا زیادہ اچھا ہے۔ بعض نے خیر القرون قرنی میں اس لفظ قرنی سے بھی ترتیب خلفائے اربعہ مراد لی ہے۔ ق سے مراد صدیق اکبرؓ کیونکہ ابو بکر صدیق کے آخری حرف ق ہے۔ ایسا ہی ر سے حضرت عمرؓ۔ ن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ی سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مراد ہیں۔

حضرت علیؓ کی خلافت ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری مطابق ۲۰ جون ۶۵۶ء کو پیر کے دن سے

سلہ تفسیر شیخ الہند صفحہ ۸۲۲ سلہ المتوفی ۱۳ھ مطابق ۶۳۴ء۔ سلہ الشہید ۲۳ھ مطابق ۶۴۴ء سلہ الشہید ۳۵ھ مطابق ۶۵۶ء ہیں ۱۲

شروع ہوکر سنہ ہجری کے ۲۰ رمضان المبارک، ۲ جنوری سنہ ۶۶۱ تک قائم رہی۔ اس حساب سے آپ کی مدت خلافت چار سال نو مہینے اور کچھ ایام ہیں۔ آپ کا دار الخلافۃ کوفہ تھا۔ اور آپ کے دور خلافت میں جنگ صفین، جنگ جمل وغیرہ رونما ہوئی تھیں۔ اسی تاریخ کو جمعہ کا دن اذان صبح کے بعد شیر خدا رضی اللہ عنہ جب یا ایہا الناس الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ پکارتے ہوئے دار الخلافۃ کوفہ کے دروازہ سے نکلے تو پیشانی مبارک پر بدنصیب عبد الرحمن بن ملجم مرادی خارجی نے تلوار ماری جس سے یہ درویشی اور بہادری کا روشن آفتاب غروب ہوگیا۔ اور شب یکشنبہ کو دار الخلافہ کوفہ میں مدفون ہوئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

جناب ممدوح مشہور قول کے مطابق ۶۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ کے اس دیوان کے اکثر اشعار تاریخ وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں لہذا یہ کہنا مناسب نہیں کہ اس دیوان کی نسبت آنجناب کی طرف صحیح نہیں البتہ شیعوں کی طرف سے اس میں کچھ اشعار کا اضافہ ہونا قرین قیاس ہے۔ حضرت علیؓ کا اصل دیوان دیوان بدیع کے ساتھ موسوم ہے اور علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے مصنف حضرت علیؓ ہیں۔ اس پہلی کتاب کا نام کتاب علی اور دوسری کتاب کا نام جامعہ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب نفحۃ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن

امام البیان والمعانی شیخ احمد بن محمد یمنی شروانی انصاری ہیں جو مدرسہ عالیہ کلکتہ[1] کے صف اول کے مدرسین میں سے تھے۔ آپ علم بیان، معانی، نحو، صرف وغیرہ اکثر علوم کے ماہر اور امام تھے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر المدرسین (پرنسپل) میتھو لمسڈن فرنگی (جس کا معرب ماتی المزدن ہے) کے تقاضے

---

[1] یہ بات یاد رہے کہ سنہ ۱۷۸۰ عیسوی میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کی بنیاد پڑی۔ اور ملا مدن صاحب مدرسہ عالیہ کے پہلے صدر المدرسین مقرر ہوئے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے۔ ملا مدن صاحب کا مجوزہ نصاب سنہ ۱۹۰۰ عیسوی تک مجموعی طریقہ سے ۱۲۰ سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد سنہ ۱۳۰۰ھ کے اوائل میں درس حدیث کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی تلمیذ خاص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا ناظر حسن دیوبندیؒ تلمیذ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری وغیرہ صحاح ستہ کے استاذ تھے ۱۲

پر مؤلف نے ۱۲۲۲ہجری میں نفحۃ الیمن کی تالیف کی اور اس کو پانچ ابواب پر مرتب فرمایا ہے (۱) پہلا باب حکایات لطیفہ میں۔ (۲) نرگس گلاب اور نحوی طبیب کے دو عجیب وغریب مناظرہ میں۔ (۳) جدید قطع اور فرحت بخش قصائد میں۔ (۴) شیخ اسمٰعیل زبیدی، صلاح الدین صفدی، طغرائی اور ابن الوردی کے ان قصائد میں جن کا قافیہ لام ہے۔ (۵) حکمت کی باتوں اور عرب کی مثالوں میں

" صاحب لامیۃ المعجزات اشاعت اسلام "

فخر العلماء، زبدۃ الکملاء حضرت مولانا حبیب الرحمن بن مولانا فضل الرحمن صاحب دیوبندی آپ ضلع سہارنپور کے مضافات دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب بانیان دار العلوم دیوبند میں سے ہیں۔ آپ مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی کے چھوٹے بھائی اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے برادر بزرگوار ہیں

حضرت مولانا محمد احمد صاحب بن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بعد آپ جمادی الثانی مطابق ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۹ء کو دار العلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء میں حضرت مولانا حافظ محمد احمد کی نیابت میں رکھے گئے تھے۔ آپ اپنی دانش وعقل اور فہم فراست میں یگانہ ہند تسلیم کئے جاتے تھے۔ ممدوح نے اپنے خداداد تدبر سے دار العلوم کے انتظامات کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر منظم کیا اور دار العلوم کو حقیقی معنی میں مرکزی حیثیت دی۔ آپ کی عظیم علمی شخصیت کی بناپر حکومت حیدرآباد کا عہدہ افتاء مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے بعد آپ ہی کو تفویض کیا گیا تھا۔

آپ کا حلم، تواضع، مروت، تحمل مشہور زمانہ تھا۔ آپ حضرت گنگوہی کے متوسل اور طریقت کے معمولات کے نہایت پابند تھے۔ وفات کے دن بھی حسرت فرمایا کہ میرا بارہ ہزار اسم ذات کا معمول افسوس کہ آج پورا نہیں ہو سکا۔ شب بیدار اور ہمہ وقت مشغول کار رہتے تھے۔ آپ کی مجلس پر شکوہ اور باعث طمانیت ہوتی تھی۔ ادبیات کے ماہر تھے عربی نظم ونثر دونوں پر کمال قدرت رکھتے تھے۔ اور کئی مفید ترین تصانیف آپ کا ترکہ ہے جو امت کو ملا۔ دار العلوم دیوبند کے درجہ اعلیٰ کے مشہور ومعروف مصنفین کی فہرست میں

آپ پانچ نمبر کے قابل مصنف ہیں۔ "اشاعت اسلام" ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو مقبول خواص و عوام ہے۔ اور آپ کے کئی قصیدے ہیں۔ "قصائد الحبیب" کا حصہ ثانی ملقب بہ قصیدۂ "لامیۃ المعجزات" ایک عجیب و غریب کتاب ہے جس میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سو معجزات بیان کئے گئے ہیں۔

فخرِ عالم (روحی و روح ابی و امی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لاتعد ولاتحصٰی قصائد لکھے گئے ہیں۔ لیکن اس طرز میں میری نظر اب تک کسی قصیدہ کے دیکھنے سے محروم رہی۔ (منتخب از دارالعلوم دیوبند وغیرہ)

صاحب مفید الطالبین :- حضرت مولانا محمد حسن نانوتوی ہے۔

مصنف قلیوبی :- شیخ علامہ احمد شہاب الدین قلیوبی رحؒ ہے۔

مصنف مستطرف من کل فن مستطرف :- شیخ شہاب الدین الابشیہی المتوفی ۸۵۰ھ ہیں۔

"صاحب تعلیم المتعلم طریق التعلم"

حضرت علامہ شیخ برہان الدین زرنوجی تلمیذ رشید صاحب ہدایہ ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت جامع اور مفید ہے۔ اس کی شروحات متعدد ہیں۔ شیخ ابراہیم بن اسمٰعیل کی شرح زیادہ قابل ہے۔

"فارسی ادب"

صاحب بوستاں، گلستاں، کریما، دیوان سعدیؒ۔

کشف الظنون جلد اول[1] کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کا اسم گرامی مصلح الدین۔ اور لقب شرف الدین ہے اور سعدی تخلص ہے۔ لیکن بہارستان" وغیرہ کتابوں میں اس کے برعکس اسم گرامی شرف الدین اور لقب مصلح الدین بتایا۔

شیخ کے والد ماجد عبداللہ شیرازی ہے۔ اور شیخ سعد زنگی بادشاہ شیراز کے عہد میں سنہ ۱۱۹۳ء کو پیدا ہوئے تھے۔ اس کی مناسبت سے سعدی کا تخلص رکھا یا شیخ کے والد سعد زنگی کے یہاں کسی منصب جلیلہ پر فائز تھے یا شیخ کو بچپن ہی سے ادب و شعر سے دلچسپی تھی اس لئے بچپن ہی میں حاکم وقت کی مناسبت سے سعدی تخلص تجویز فرما لیا تھا۔ آپ بغداد کے مدرسہ نظامیہ[1] میں ابوالحسن شیرازی کے عہد تولیت میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کی جو آپ کے اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ ؎

مرا در نظامیہ ادرار بود ÷ شب و روز تلقین و تکرار بود ۔

اور احقر مؤلف نے بھی بعض بنگلہ اور انگریزی ادب میں دیکھا کہ سعدی اپنی عمر میں چار کام کئے ہیں۔ (۱) تقریباً پچیس سال تک تعلیم حاصل کی ہے۔ خصوصاً شیخ کے اساتذہ میں سب سے

---

[1] ہمارے درس نظامی کی نسبت اس مدرسہ نظامیہ کے بانی، والی خراسان شاہ نظام الملک المولود ۱۰۱۸ء المتوفی ۱۰۹۲ء کی طرف ہے۔ جس جامعہ کے "وائس چانسلر" امام غزالی کا استاذ حضرت امام الحرمین ابو المعالی ہیں۔ یہ اس صورت میں صحیح کہ اگر درس نظامی سے مراد فنون کی ترتیب کے اعتبار سے ہو مثلاً پہلے صرف، پھر نحو، منطق وغیرہ اگر ترتیب کتب کے اعتبار سے ہو تو علامہ بحر العلوم کے والد نظام الدین کیطرف منسوب ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ ترتیب قائم کی ہے۔ یہ قول زیادہ راجح ہے۔ مدرسہ نظامیہ کی تاریخ بنیاد ۱۰۶۵ء عیسوی ہے ۱۲

زیادہ جلیل القدر استاذ علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی ہیں۔ جو اپنے وقت کے امام علوم وفنون تھے۔ (۲) اور پچیس[1] سال سیر وسیاحت میں گذارے ہیں۔ گویا صحیفہ کتب کے بعد صحیفۂ کائنات کی سیاحت کا شغف دامنگیر ہوا۔ چنانچہ آپ برسوں ایشیا اور افریقہ و دو براعظم کے مختلف ملک میں سیاحت فرماتے رہے۔

بعض انگریز سوانح نگار لکھتا ہے کہ معروف ومشہور سیاح ابن بطوطہ کے علاوہ اور کوئی مشرقی سیاح ایسا نہیں جو سعدیؒ سے سیر وسیاحت میں مقدم ہو۔ آپ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب بوستاں باب ۸ میں سفر ہندوستان کے بت پرستوں کا حال بیان کرتے ہوئے سومنات مندر میں چند روز گذارنا اور وہاں سے دوسرے ممالک کیطرف سفر کرنا یوں ذکر فرمایا ہے۔

بتے دیدم از عاج در سومنات ۔ مرصع چوں در جاہلیت منات
چناں صورتش بستہ تمثال گر ۔ کہ صورت نہ بندد ازاں خوبتر
بہند آمدم بعد ازاں رستخیز ۔ وزانجا براہ یمن تا حجیز
(۱) دقیانت (۲) حجاز

آپنے ایام سیاحت میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اور اتنا طویل زمانہ سیاحت میں گذارتا تھا۔ کہ اپنے فرزند کو بھی پہچاننا مشکل ہوجاتا۔ چنانچہ بعض استاذ سے سنا گیا کہ ایک مرتبہ آپ سفر سے واپسی کے وقت جب شہر شیراز تشریف لائے تو آپنے دیکھا کہ ایک کمسن خوبصورت لڑکی ٹوپی فروخت کررہی تھی۔ آپنے[2] کہا ۔

ای کردہ بیت مشکل در سمرقند ۔ ایں بجنبد وایں بجنبد
یا: سحر ای ماہ سمرقند لبہائے چوں قند

اس لڑکی نے فی البدیہہ جواب دیا ۔

بہر مرد روئے تو مانند کوہ ۔ ایں بہشت آں بہشت وایں بہ شہ ۔

پھر معلوم ہوا کہ یہ آپ کی صاحبزادی ہے۔ اس کمسن بیٹی کی شعر وشاعری میں زیادہ شہرت ہوگئی۔ ایران کے شاہزادہ خطبہ دینے کے لئے شیراز پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ شیخ سعدیؒ کا گھر جھونپڑی ہے تو شاہزادہ نے کہا ۔

سعدیا شیراز یا نامت بس ست ۔ چوں بدیدم خانۂ خاروخس ست ۔

حاشیہ[1] ان دونوں معیوب اشعار کو ان کی طرف نسبت نہ کرنا اچھی ہے ۱۲

(۲) اللہ کی نے یہ شعر سنتے ہی جواب دیا ؎

قاتلا، رفتند ما ہم می رویم ۔ از برائے چند روزے ایں است

(۳) پچیس (۲۵) سال تصانیف کا کام انجام دیا۔ آپ کی تالیفات تقریباً بارہ ہیں۔ لیکن ان میں گلستاں، بوستاں، کریما، دیوان سعدیؒ زیادہ مشہور ہیں۔ تقریباً سات سو برس سے ان کتابوں کی تعلیم ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ایران، افغانستان وغیرہ میں جاری ہے۔ آپ کے زمانہ سے لیکر آج تک ہزاروں قلمی نسخے لکھے گئے۔ کروڑوں مرتبہ چھپی تمام ادباء، مشائخ، وزراء اور سلاطین ان کی عزت وعظمت کے سامنے سر جھکاتے

تصنیف بوستاں (یعنی سبب نظم کتاب کی تاریخ اختتام ایک شعر میں ذکر ہے ؎

زشش صد فزوں بود پنجاہ و پنج ۔ کہ پر دُر شد ایں نام بردار گنج ۔

آپ کی معرکۃ الآراء دوسری کتاب گلستاں کی تصنیف کی آخری تاریخ خود گلستاں کے دیباچہ میں اس طرح مذکور ہے ؎ ۶۵۶

دراں مدت کہ مارا وقت خوش بود ز ہجرت ششصد و پنجاہ و شش بود ۔

فارسی ادبیات میں تین شاعر اپنے صف کے امام مانے جاتے ہیں ؎

در شعر سہ کس پیمبرانند ہر چند کہ لانبی بعدی

ابیات و قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی

(۴) پچیس سال ہی تقریباً بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں بسر کی ہے۔ ہمیشہ ذکر و فکر اور مستغرق فی اللہ رہتے تھے۔ تصوف کے مدرجات طے کرنے میں شیخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا سہارا لیا۔ ایک بار دریائی سفر میں بھی حضرت شیخ سہروردیؒ کے رفیق تھے۔ آپ ایک عظیم المرتبت بزرگ ہونے کے بارے میں بعض سوانح نگار یہ خواب نقل فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ عالم منام میں دیکھتے ہیں کہ تمام جلیل القدر اسلامی شاعروں کی مجلس منعقد ہوئی۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت کی شان اقدس میں اپنے اپنے قصیدے سنائے آخر میں حضرت شیخ سعدیؒ نے یہ اشعار پیش کئے ؎

امام رسل پیشوائے سبیل ۔ امین خدا مہبط جبرئیل ۔

(آخر میں) ؎ چہ وصفت کند سعدیؒ نا تمام ۔ علیک السلام اے نبی الحرام ۔

یہ اشعار سنانے کی حالت میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر سعدیؒ سے معانقہ فرمایا اور ایک قیمتی جبہ انعام دی۔

۔ نزہتہ البساتین میں منقول ہے کہ آپ نے دیدار الٰہی کی آرزو میں چالیس سال شب بیداری کرتے ہوئے روتے رہے۔ اور ۱۲۹۱ء سنہ ۶۹۱ھ میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا

صاحب پندنامہ و تذکرۃ الاولیاء

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد بن ابراہیم بن مصطفےٰ بن شعبان مضافات نیشاپور کے موضع کدکن میں عہد حکومت سلطان سنجر بن ملک شاہ بتاریخ ۲ شعبان المعظم سنہ ۵۱۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوحامد یا ابوطالب ہے اور آپ فریدالدین عطار کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔ اور آپ شریعت و طریقت میں یکتائے زمان اور بحر عرفان میں ڈوبے ہوئے تھے۔

ابتداً آپ نے شیخ رکن الدین کے ہاتھ پر توبہ کی اور پھر شیخ مجدالدین بغدادیؒ کے مرید ہوئے۔ اور اپنے زمانہ کے بہت سے اولیاء کرام سے فیض حاصل کیا ہے۔ آپ کی توبہ کا قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آپ اپنی دکان عطاری کھول رہے تھے۔ دفعتاً ایک شخص ظاہرا دیوانہ اور حقیقتہً فرزانہ آکر آپ کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگا اور چند مرتبہ "شیئاً للہ" کہا۔ مگر آپ نے اسکی طرف توجہ نہ دی۔ تب اس ظاہری دیوانہ نے کہا تم کیسے عجیب آدمی ہو؟ میں نہیں جانتا کہ تم کس طرح مروگے۔ آپ نے جواب دیا کہ جسطرح تم مروگے۔ پس اس فقیر نے یوں کہکر کہ کیا تم میری طرح مر سکتے ہو" خرقہ اتار کر سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گیا اور مالک حقیقی کو جان سونپ دی۔ اس مجذوب کی حالت کو دیکھ کر عشق الٰہی نے آپ کے دل میں گھر کر لیا۔ اور بجائے بازاری مشغلہ کے آہ و زاری کا شغل پیدا ہو گیا۔ اور اپنے زمانہ کے سلطان العارفین شیخ الشیوخ بن گئے کسی نے آپ کی شان میں کہا ہے

ہفت شہر عشق را عطار دید ۔ ۔ ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں کہ جس قدر اسرار و معارف حضرت فریدالدین عطار کی مثنویات اور غزلیات میں ہیں کسی صوفی کے کلام میں نہیں۔ شاعری آپ کا شیوہ نہ تھا۔

بلکہ آپ کے اشعار واردات غیبی تھے۔
آپ کی سینکڑوں تصنیفات ہیں۔ پندنامہ، لسان الغیب، تذکرۃ الاولیاء، مظہر العجائب، منطق الطیر، الٰہی نامہ، جلسیہ نامہ، حیدر نامہ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
آپ نے بروایت "ارمغان نعت" ۱۲۲۹ء/۶۲۷ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اور نیشاپور میں مدفون ہوئے۔ جہاں آجتک آپ کا مزار پر انوار مرجع خاص و عوام بنا ہوا ہے۔

صاحب مسدس حالیؒ

خواجہ الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء کو شہر پانی پت میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مرحوم شیخ ایزد بخش نے بڑی تنگدستی کی حالت میں زندگی بسر کی۔ جب صاحب ترجمہ نو سال کے تھے سر سے والد محترم کا سایہ اٹھ گیا تو ان کے بھائی اور بہن نے ان کی کفالت کی۔ گو مالی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اس کے باوجود سلیم الطبع اور جید المزاج ہونے کیوجہ سے علوم و معارف کے پیاسے تھے۔

متعدد اساتذہ سے لغت فارسی، عربی، علم نحو، صرف وغیرہ علوم حاصل کئے۔ آپ کی عمر جب سترہ سال کی ہوئی تو خویش و اقارب کے اصرار سے طوعاً و کرہاً ازدواجی زندگی میں قدم رکھا۔ تنگدستی کیوجہ سے شہر دہلی کا سفر اختیار کیا ۱۸۵۵ء میں وطن مالوف کی طرف رجوع کیا۔ چار پانچ سال کے بعد پھر دہلی کا سفر اختیار کیا۔ جہانگیر آباد کا امیر نواب مصطفٰے خان شیفتہ نے لڑکوں کی تعلیم ان کے حوالہ کردی آٹھ سال وہاں رہ کر جب نواب شیفتہ کا انتقال ہو گیا تو دہلی سے لاہور کا سفر کیا۔ لاہور میں ایک مجلس مشاعرہ منعقد کی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگلے شعراء کے طرز و انداز یعنی بعض وہمی چیزوں کی بنا پر یا محبوبہ کے رخسارہ محبوبہ کے وصل و ہجر وغیرہ سے شاعری کا کرنا۔ ان تمام خرافات کی ذہنیت کے بدلے ایک مہذب ذہنیت کا انقلاب پیدا کرے۔

موصوف شاعر بلیغ ہونے کے علاوہ وقائع نویسی اور نقد تنقید میں بھی پوری قابلیت رکھتے تھے۔ حیات سعدی، حیات جاوید اور یادگار غالب جیسی تصنیفات زندہ شاہد ہیں۔ مقدمہ شعر و شاعری ان کی شاعری کی قابلیت پر تازہ دلیل ہے۔ عہد اقبال سے پہلے

ان کے قصیدے زبان زد خاص و عام تھے۔ اور امام الشعراء محسن کاکوروی المتوفی ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء کی وفات کے بعد جن اردو شعراء نے نعت گوئی میں بڑا رتبہ پایا ان میں سب سے اونچا مقام خواجہ الطاف حسین حالی کا ہے۔

مسدس حالی قرآن و حدیث کا ترجمہ ہونے کی وجہ سے جیسی مقبول ہوئی ہے شاید ہی اس کی نظیر نہیں مل سکتی ہے۔ لاہور سے رجوع کرنے کے بعد بعض مدارس میں تدریسی خدمت کا موقع ملنے کے باوجود اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ سر سید احمد خاں کی کوشش سے حکومت کی جانب سے پچیس ۲۵ روپیہ پنشن ہو گیا۔ کچھ دن کے بعد ایک سو ۱۰۰ روپیہ تک پہنچ گیا اور انہوں نے تصنیف و تالیف کی خدمت میں باقی زندگی وقف کر دی بلکہ ۱۹۰۴ء میں حکومت نے شمس العلماء کے لقب سے ملقب کیا۔ ۱۹۰۴ء میں جمعیت تعلیمیہ ہند کے رئیس ہو چکے ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۴ء کو شہر دہلی میں وفات پائی۔

مصنف اخلاق محسنی

حضرت مولانا حسین بن علی کاشفی جو واعظ ہروی کے ساتھ معروف و مشہور ہیں ۱۲

صاحب شکوہ، جواب شکوہ، بال جبریل، بانگ درا، ارمغان حجاز، زبور عجم

علامہ محمد اقبال ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۸۷۲ء کو شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ دینیات اور فارسی تعلیم مولوی میر حسن صاحب سے حاصل کی۔ سیالکوٹ کے سکاچ مشن کالج سے ایف۔ اے۔ پاس کیا اور فلسفہ میں ایم۔ اے لاہور سے پاس کیا۔ ۱۹۰۶ء میں بغرض تعلیم یورپ کا رخ کیا۔ وہاں تحقیقاتی مقالہ لکھا جس کو فلسفہ ایران کی مختصر تاریخ کہنا بجا ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر میونخ یونیورسٹی نے ڈاکٹری کا سند عطا کی لندن سے برسٹری کا امتحان پاس کر کے ۱۹۰۸ء میں واپس آئے۔

جب ان کی شاعری کا شہرہ اطراف عالم میں پھیلا تو سلطنت انگلشیہ نے ازراہ قدردانی سر کے خطاب سے نوازا۔ یورپ کے شعراء کی صحبت نے خیالات بدل دینے کے باوجود آپ قرآنی روشنی میں نیا فلسفہ اسلام قوم کے سامنے پیش کیا۔ ہند کی تحریک آزادی میں نمایاں حصہ لیا ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے جلسہ میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ ملک پاکستان کی تجویز پیش کی جب لندن میں گول میز کانفرنس ہوئی۔ تو مسلمانوں کی جانب سے وکالت کا کام انجام دیا تقریر و تحریر سے اپنی قوم کو جگایا۔

اردو میں۔ بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز، اور شکوہ و جواب شکوہ پانچ کتابیں ہیں۔

فارسی میں۔ اسرار خودی، رموز بیخودی، زبور عجم، پیام مشرق، پس چہ باید کرد اے اقوام شرق۔ پانچ کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ زبان انگریزی میں بھی کتابیں ہیں نواب بھوپال نے پانسو روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء، ۲۰ صفر ۱۳۵۷ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا ہے۔

شاہی مسجد لاہور کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں یہ شعر لکھا گیا ہے

بادرحمت ہائے حق بر تربتش آمد المغفور سال رحلتش
۱۳۵۷

المغفور تاریخ وفات۔ انا للہ برہانہ
۱۳۵۷ ۱۹۳۸ عیسوی

صاحب الفوائد الضیائیہ فی شرح الکافیہ المعروف بشرح جامی وشرح مأۃ عامل وصاحب یوسف زلیخا

امام المعقول والمنقول شیخ عبدالرحمن بن احمد بن محمد دشتی جامی ۲۳ شعبان بوقت عشاء ملابق ۸۱۷ھ ہجری کو قصبہ خراسان کے علاقہ جام میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب امام محمد بن حسین شیبانی تلمیذ امام اعظمؒ سے جاملتا ہے۔ آپ کا اصل لقب عماد الدین ہے لیکن نورالدین کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ اور تخلص جامی ہے جو آپ کے اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ ؎

مولدم جام و رشحۂ قلمم + جرعۂ جام شیخ الاسلامی[1] ست

لاجرم در جریدۂ اشعار + بدو معنی تخلصم جامی ست

آپ نے علم نحو و صرف کی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور دوسرے علوم و فنون کو علامہ جنید اور سید شریف جرجانی کے خاص تلمیذ خواجہ علی السمرقندی۔ اور سعد الدین تفتازانی کے مخصوص شاگرد شیخ محمد جاجری وغیرہ سے حاصل کیا۔ علوم عقلی و نقلی میں بلند پایہ اور معرفت حق میں رتبہ علیا رکھتے تھے۔ تمام بلاد اسلامیہ میں آپ کی علمی صلاحیت کی کافی شہرت ہے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۵۴ تک ہے۔ جو تخلص جامی کا مجموعہ ہے۔ ان کتابوں کے نام حواشی متفرقہ کے مقدمہ میں تحریر ہیں۔ بالخصوص آپ کی شرح جامی، یوسف زلیخا، شرح مأۃ عامل تمام دنیا میں مشہور ترین کتابیں ہیں۔ اس کتاب فوائد ضیائیہ پر عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی متوفی ۹۴۳ھ اور مولانا عبدالغفور وغیرہ جیسے بڑے بڑے علمائے عظام کے کثیر التعداد حواشی و شروحات ہیں۔ صاحب مکنون محمد ماہ ابن محمد انورؒ کے قول کے مطابق شرح مأۃ عامل عربی کے مؤلف بھی آپ ہیں۔

علامہ جامی نے حضرت شیخ سعد الدین کاشغری نقشبندی پھر خواجہ عبیداللہ احرار سمرقندی سے علم تصوف حاصل کیا۔ چنانچہ یہ بیت اس پر دال ہے۔ ؎

"جو فقر اندر لباس شاہی آمد + بہ تدبیر عبیداللّٰہی آمد"

آپ سراپا خلق و ایثار تھے۔ ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت و شیفتگی و عقیدت ہے ۱۲

[1] شیخ الاسلام آپ کے باپ کا لقب ہے ۱۲

۸۹۷ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو چند روز پہلے یہ اشعار لکھے ؎

احن شوقا الی دیار لقیت فیہا جمال سلمی + کہ می رساند ازاں نواحی نوید وصلت بجانب ما
رسی جمال تو قبلۂ جاں، حریم کوئے تو کعبۂ دل + فان سجدنا الیک نسجد وان سجدنا نسجد البلاغ
بکت عیونی علے شیونی فساء حالی ولا ابالی + کہ دائم آخر طبیب وصلت مریض خود را کند مداوا

ایسا ہی حج کو جانے سے پہلے حضرت کی مدح میں نعتیہ قصیدہ بھی لکھا جو یوسف زلیخا کی ابتداء میں ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

ز مہجوری برآمد جان عالم + ترحم یا رسول اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی + ز محروماں چرا غافل نشینی

آپ نے بے انتہا والہانہ جذبہ اور عاشقانہ حالت میں اس قصیدہ کو لکھا۔ اور خاتم المحدثین شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ العالی نے اپنی کتاب فضائل درود میں ملا جامی کا ایک عجیب واقعہ بھی نقل فرمایا ہے ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ (۱۴۹۲ء) کو ۸۱ سال کی عمر میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کی۔ آپ کی مدت عمر لفظ "کأس" (۸۱) ہے۔ اور تاریخ وفات "ومن دخلہ کان اٰمنا" (۸۹۸ھ) ہے

بعض نے آپکی تاریخ وفات میں حسب ذیل اشعار کہا ہے

؎ جامی کہ بود بلبل جنت لبشوق رفت ۔ فی روضۃ مخلد ارضہا السماء ۔ کلک قضا نوشت بدر وازۂ بہشت۔ تاریخہ۔ ومن دخلہ کان اٰمنا (عربی) جامیؒ الذی هو راح بجا امنا ۔ کالروح کان فی جسد القبر کامنا ۔ قدمات بالهرات وقد حل بالحرم + ارختہ ومن دخلہ کان اٰمنا ۔ (۸۹۸)

صاحب کافیہ، شافیہ، وافیہ وایضاح شرح مفصل

شیخ جمال الملۃ والدین ابو عمر عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس مالکی ملک مصر کے شہر اسنا میں پیدا ہوئے آپ ابن الحاجب کے ساتھ معروف و مشہور ہیں۔ علامہ ذہبی نے فرمایا کہ مصنف موصوف کے والد امیر عز الدین کے حاجب یعنی دربان تھے۔ ابن حاجب نے قاہرہ میں قرآن مجید حفظ اور تمام علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ خصوصاً مذہب مالکی کے کتب فقہ کا علم حاصل کیا اور علامہ شاطبی سے علم قرأت کا درس لیا

اور قرأت سبعہ علامہ ابو الجود وغیرہ سے پڑھی ہیں۔ اور ابو المنصور انباری سے علم فقہ اور علی بن البناء سے علم ادب حاصل کیا۔ یہاں تک کہ علم اصول فقہ اور عربیت میں ید طولٰے اور مہارت تامہ کا مالک ہوا اور آپ کو اذکیاء عالم میں سے شمار کیا گیا۔ تمام علوم و فنون سے فراغت کے بعد جامعہ دمشق کے زاویہ مالکیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کی کمالیت اور تبحر فی الفنون کو دیکھ کر فضلائے عصر حلقہ درس میں ٹوٹ پڑے۔ آپکی زیادہ تر شہرت اگرچہ نحوی ہونے کے اعتبار سے ہے مگر دوسرے فنون میں بھی آپ کی قابل قدر اور گراں بہا تصنیفات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ فقہ مالکیہ میں "مختصر" اور اصول فقہ میں "منتہی" اور "مختصر المنتہی" جس کو مختصر ابن حاجب بھی کہا جاتا ہے۔ صرف میں شافیہ اور اسکی شرح۔ نحو میں کافیہ اور اسکی شرح "وافیہ" اور ایک عظیم و ضخیم کتاب "الامالی" اور "ایضاح شرح مفصل" اور علم عروض میں قصیدہ نمرا وغیرھم کی بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی۔ خصوصی طور پر "کافیہ" اپنے حسن ترتیب اور اختصار و ایجاز اور بمصداق خیر الکلام ما قل و دل کی وجہ سے اس قدر مقبول عام ہوئی کہ صدہا برس سے داخل نصاب ہے اور علماء فحول نے عربی، فارسی، اردو زبان میں اسکی بکثرت شروحات لکھی ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے بڑے مفتی اور مناظر تھے اور آپ شیخ عز الدین بن عبد السلام کے ساتھ مصر تشریف لے گئے اور وہاں سے اسکندریہ کیطرف روانہ ہوئے۔

آخر میں وہاں بروز جمعرات ۱۶ سولہ شوال ۶۴۶ھ میں وفات پائی

صاحب ہدایۃ النحو"

ان کے متعلق صحیح تحقیق نہیں ملی۔ ہاں بعض معاصرین کے نوشتے میں اجمالاً یہ دیکھا کہ حضرت علامہ سراج الدین اودھی ہے۔ بعض نے میزان صرف کو بھی اسکی طرف نسبت کی۔ لیکن مصباح النحو کے صفحہ دس میں ابو حیان نحوی کو اس کا مصنف بتایا۔

صاحب نحو میر، صرف میر، میر قطبی، صغری و کبری، ایساغوجی، شرح مواقف

حضرت علی بن محمد بن علی حنفی ۲۲ شعبان المعظم ۷۴۰ھ ہجری کو بمقام جرجان پیدا ہوئے۔ آپ میر سید شریف اور میر سید السند کے القاب سے عموماً مشہور ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کو علوم عربیہ کی طرف فطری رجحان تھا۔ چنانچہ "وافیہ شرح کافیہ" کا حاشیہ آپ کے زمانہ طفولیت ہی کی تصنیف ہے۔

علامہ موصوف نے حسبِ کمال اساتذہ سے تمام علوم و فنون عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل فرمائی۔ چنانچہ علامہ قطب الدین محمد رازی کے خاص شاگرد مولانا برہان الدین اور مولانا مبارک شاہ مصری کے فیضانِ علم سے مستفیض ہوئے اور پھر مصر ہی میں اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی صاحب عنایہ حاشیہ ہدایہ سے علوم شرعیہ حاصل کئے۔

آپ کو حق تعالیٰ نے علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام، علم فرائض، علم مناظرہ، علم منطق علم فقہ، علم فلسفہ وغیرہ میں ذوقِ سلیم عطا فرمایا تھا۔ اور آپ کو سید الاذکیا کہا جاتا تھا۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر شیراز میں مستقل قیام فرمایا۔ اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ تیمور لنگ جب مختلف ممالک کے فتح کرتا ہوا شیراز پہنچا اور اس کو آپ کے علم و فضل کا حال معلوم ہوا تو بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور اپنے ساتھ ماوراء النہر لے گیا۔ آپ سمرقند میں قیام فرمایا اور وہیں سلسلہ درس و تدریس کا آغاز کیا۔

اس زمانہ میں علامہ سعد الدین تفتازانی تیمور لنگ کی مجلس کے صدر الصدور تھے اور اکثر دونوں میں معاصرانہ مناظرے ہوتے رہتے تھے اور تیمور لنگ سید کو ترجیح دیتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا یہ دونوں اگرچہ علم و فضل میں برابر ہیں مگر سید شریف النسب ہے۔ علامہ تفتازانی نے قطبی پر جو اعتراضات کئے تھے میر سید شریف ہی نے میر قطبی لکھ کر ان تمام اعتراضات کے جوابات دئیے ہیں نیز علامہ سید شریف سب سے پہلے وہ عالم ہے جنہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ سب سے پہلے فارسی زبان میں کیا ہے۔ حاشیہ مشکوٰۃ شریف۔ حاشیہ ہدایہ۔ شریفیہ شرح الفرائض السراجیہ[1]۔ شرح مواقف[2]، تعریف الاشیاء، شریفیہ شرح کافیہ۔ صغریٰ۔ کبریٰ۔ صرف میر۔ حاشیہ شرح مطالع۔ حاشیہ مطول۔ نحو میر وغیرہ آپ کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ ان میں سے چند کتابیں درس نظامی میں آج تک داخل نصاب ہیں۔ خصوصاً آخر الذکر کتاب طلبہ کے حق میں زیادہ نافع و مفید ہے۔

آپ نے چھ ربیع الاول سنہ ۸۱۶ ہجری بروز چہار شنبہ ۷۵ سال ۷ ماہ ۱۴ روز حیات پاکر شہر شیراز میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بھی وہیں ہے ۱۲

---

[1] ایک کتاب کا نام ہے۔ [2] مواقف کا مصنف علامہ عضد الدین رح ہیں۔ جو علامہ تفتازانی وغیرہ کے استاد ہیں۔ ان کی دوسری تصنیفات میں عقائد عضدیہ زیادہ مشہور ہے۔ ۱۲ . . .

صاحب الجمل والعوامل المائۃ المعروف بمائۃ عامل واعجاز القرآن

حضرت ابوبکر شیخ عبدالقاہر بن عبدالرحمن الجرجانیؒ المتوفی ۴۷۱ھ ہیں اور کشف الظنون میں سنِ وفات ۴۷۱ھ ہجری مرقوم ہے۔ آپ کی شخصیت علوم عربیہ میں مسلّم ہے۔ اور علمائے فن معانی کے ما بین کالشمس بین النجوم ہے۔ آپ کا جو فضل عظیم دربارہ تشئید علم بلاغت ہے وہ قیامت تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ کی کتاب "دلائل الاعجاز" اور "اسرار البلاغۃ" علم معانی کی مایہ ناز کتابوں میں شمار کی جاتی ہیں۔ آپ کی تحقیقات غامضہ اور زرین اقوال علمائے بلاغت کے لئے آج تک مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی بے پایاں خدمات کی بناپر علمائے بلاغت نے آپ کو واضع علم بیان کے خطاب سے یاد کرتا ہے۔ آپ کی دوسری کتاب "العوامل المائیہ" کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نحو کے تمام عوامل کا جامع ہے۔ آپ کی عظمت شان اس بات سے بھی صاف ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے علم نحو وغیرہ حضرت سیرافی اور حضرت مازنی جیسے حضرات سے حاصل کیا ہے۔ جن کے اقوال کو علمائے عربیت بطور حجت اور دلیل پیش کرتے ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے ابن الاخت ابوعلی فارسی جو اس زمانہ کے ائمہ عربیہ میں سے تھے ان سے علم نحو حاصل کیا۔ کتاب جمل، مغنی، اعجاز القرآن، شرح الیضاح وغیرہ آپ کی مشہور یادگار ہیں۔

صاحب علم الصیغہ وضمان الفردوس وتواریخ حبیب الٰہ وغیرہ

حضرت مولانا مفتی عنایت احمد بن منشی محمد بخش بن منشی غلام محمد بن منشی لطف اللہ کاکوروی ضلع بارہ بنکی کے مضافات "دیوہ" میں ۹ شوال ۱۲۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا دادا منشی غلام محمد کاکوری میں سکونت اختیار کرنے کی بناپر آپ کو بھی کاکوروی کہا جاتا ہے۔ آپ نے تیرہ ۱۳ برس کی عمر میں تحصیل علوم وفنون کے لئے رامپور کی طرف سفر کیا۔ وہاں عظیم المرتبت علمائے کرام سے استفادہ فرمایا۔ چنانچہ مولانا سید محمد بریلویؒ سے نحو وصرف اور مولانا حیدر علیؒ ٹونکی اور مولانا نورالاسلام صاحب وغیرہ سے دیگر فنون کی کتابیں پڑھیں اور وہاں سے دہلی

ؔ جرجان معرب گورگان ہے۔ بلاد خوارزم یا استرآباد کے توابع میں سے شیراز کے ایک قریہ کا نام ہے ۱۲

جا کر حضرت شاہ اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ سے درس حدیث لیا۔ پھر دہلی سے علی گڈھ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا بزرگ علی صاحب ماہ روی تلمیذ خاص شاہ عبدالعزیزؒ سے جامع مسجد میں فن ریاضی کی تکمیل کی۔ پھر اپنے استاد موصوف کے ساتھ ہی وہاں ایک سال تدریسی خدمت انجام دی اس کے بعد منصب فتویٰ نویسی پر علیگڈھ میں آپ کا تقرر ہوا۔ اس دور میں حضرت مولانا لطف اللہ صاحب اور حضرت مولانا سید حسین شاہ بخاری وغیرہما نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ خم کئے۔ وہاں کچھ زمانے گذارنے کے بعد سہیل کے بھیکن پور میں مع مستورات قیام فرمایا۔ اور مسند درس وتدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ مولانا قاضی عبدالجلیل اور مولانا فدا حسین منصف صاحب وغیرہما آپ کے قابل ذکر تلامذہ میں سے ہیں۔

آپ ۱۸۵۷ء ۱۲۷۴ھ کی مشہور تحریک آزادی کی قیادت اور حکومت انگریزی کی بغاوت کے الزام کی بنا پر جزیرہ انڈمین بھیج دئے گئے۔ اور چار سال مصائب شتی جھیلتے ہوئے وہاں مقیم رہے حضرت مولانا فضل الحق خیرآبادی المتوفی ۱۸۶۱ء ۱۲۷۸ھ اور حضرت مولانا مفتی مظہر کریم اور دیگر علمائے کبار بھی وہاں جمع ہوگئے تھے۔ جن کی بدولت وہ جزیرہ دارالعلوم بن گیا۔ اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی قائم ہوگیا۔ جو کتابیں وہاں تصنیف ہوئیں باوجودیکہ محض حافظہ سے لکھی گئی تھیں مگر معرکۃ الآراء تصانیف تھیں۔ ایک انگریز کی فہمائش پر آپ نے "تقویم البلدان" کا ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ درحقیقت آپ کے لئے انڈمین کی قید سے رہائی کا سبب بنا۔

۱۲۷۷ھ میں رہائی پاکر کاکوری آئے اور مولانا لطف اللہ صاحب علیگڈھی نے تاریخ رہائی لکھی ہے

چوں بفضل خالق ارض وسما + اوستادم شد زقید غم رہا

بہر تاریخ خلاص آں جناب + برنوشتم ان استاذی نجا ۱۲۷۷ھ

بہرحال وہاں مفتی صاحب تصنیفی شغل میں مصروف رہتے۔ ادھر طلبہ اپنے اپنے کتابیں لئے ہوئے انتظار میں بیٹھے جاتے جب موقع ملتا تو سبق پڑھ لیتے تھے۔ جزیرہ انڈمین سے واپس آکر کانپور میں مستقل قیام فرمایا اور مدرسہ فیض عام کانپور کی بنیاد ڈالی۔ اور دو سال بعد حج کا ارادہ فرمایا آپ امیر الحاج تھے جدہ کے قریب جہاز پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا تھا۔ آپ بحالت نماز احرام باندھے ہوئے بمورخہ ۹ شوال المکرم ۱۲۷۵ھ کو غرق ہوکر شہید ہوئے۔

آپ نے جزیرہ انڈمین میں حکیم محمد امیر خان کی فرمائش سے "تواریخ حبیب اللہ" ۱۲۷۵ لکھی یہ تاریخی نام ہے

اور علم الصیغہ وغیرہ بھی تحریر فرمائی۔ ان کے علاوہ بھی آپ کی تصنیفات تقریباً تیس سے زائد ہیں۔ چنانچہ ضمان الفردوس، علم الفرائض، تصدیق المسیح اور فضائل علم و علمائے دین، محاسن العمل فضائل مسعود و سلام، الدر الفرید، نفثۃ مواقع النجوم۔ لوامع العلم مع اسرار العلوم وغیرہ نہایت اہم کتابوں سے ہیں۔ آپ کی علم الصیغہ عربی صرف کا نہایت جامع کتاب ہے۔ آج تک درس نظامی میں شامل ہے یہ کتاب حافظ وزیر علی صاحب نامی ایک حضرت کی تحریک پر لکھا گیا۔ اس کا تاریخی نام "قوانین جزیلہ حافظیہ" ۱۲۴۶ھ ہے ۱۲

مصنف مراح الارواح

حضرت احمد بن علی بن مسعود ہے۔ جو کہ فن صرف کی یہ ایک جامع کتاب ہے جس کی "ملاح الارواح" نامی ایک شرح علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی شارح بخاری شریف المتوفی ۸۵۵ھ نے لکھی ہے۔ اور اس کی شروحات میں سے ایک کتاب "الفلاح" ہے۔ ۹۴۳ھ کو ترکی زبان میں جس کا ترجمہ کیا گیا اور "ریحان الارواح" کے نام سے موسوم کیا گیا۔

مصنف پنج گنج و میزان الصرف

پنج گنج اور میزان الصرف کے مصنف ایک شخص ہے کیونکہ پنج گنج کے اندر ایک بحث کے تحت میں یہ عبارت موجود ہے۔ فاعل و مفعول را در میزان بیان کردیم۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصنف میزان الصرف نے پنج گنج بھی تصنیف فرمائی ہے۔

فوائد بہیہ کے صفحہ ۸۲ اور کشف الظنون میں مرقوم ہے کہ میزان الصرف کے مصنف مولیٰ محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسنؒ المتوفی سنہ ۹۱۱ھ ہے ان کی تاریخ وفات "شہور عمر" ۹۱۱ ہے۔ (حدائق الحنفیہ) ان کا ایک حاشیہ تفسیر بیضاوی کے سورہ انعام پر ہے۔ اور ایک حاشیہ مقدمات اربع پر ہے۔ محقق دوانی اور صدر شیرازی کے درمیان جو اختلافات تھے اس کے متعلق ایک محاکمہ بھی انہوں نے لکھا ہے۔ بعض شارحین نے صاحب میزان الصرف حضرت روح الدین بن عثمان اور بعض نے سراج الدین بن عثمان اور بعض نے سراج الدین اودھی کو بتایا ہے۔ ان کے متعلق صحیح تحقیق نہیں ملی واللہ اعلم بالصواب ۱۲

صاحب منشعب

حضرت ملا شیخ حمزہ بدایونی ہے۔ (کما فی سلسلۃ العسجد)

صاحب زبدہ:۔ شیخ شمس الدین بن جنیدی ہے ۱۲

صاحب فصول اکبری

علامہ قاضی محمد اکبر صاحبؒ ہے۔ آپ شہر الہ آباد صوبۂ یوپی کے رہنے والے تھے۔ آپ کی علم صرف میں بزبان عربی ایک کتاب "اصول اکبری" ہے۔ کتاب فصول اکبری علم صرف میں ایک جامع اور حاوی اصول کتاب ہے فصول اکبری جمیع مسائل صرفیہ پر مشتمل ہونے کے باوجود ایسی مختصر اور ما قل و دل واقع ہوئی ہے جس کے لئے متعدد شروحات لکھی گئی ہیں۔

سند کتب معقولات

احقر مؤلف نے اکثر کتب معقولات کا درس والد محترم حضرت مولانا احمد صاحب مدظلہ صدر المدرسین اول ناظم تعلیم جامعہ اسلامیہ ٹیبہ اور حضرت مولانا امیر حسین صاحب مدظلہ صدر مدرس محدث جامعہ موصوفہ اور حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہ آشیانی سابق استاذ فنون و حدیث مدرسہ مذکورہ سے حاصل کیا اول الذکر شیخ مدظلہ نے حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی چھٹا صدر المدرسین دار العلوم دیوبند اور علامہ رسول خان صاحب سابق استاذ الحدیث والفنون دار العلوم دیوبند سے اور علامہ بلیاویؒ نے[1] حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی المولود ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء المتوفی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء سے۔ اور انہوں نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ المولود ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۱ء المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء سرپرست و بانی دار العلوم دیوبند سے انہوں نے علامہ مفتی صدر الدین آزردہ بن مولانا لطف اللہ کشمیری المولود ۱۲۰۴ھ / ۱۷۸۹ء المتوفی ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء سے اور انہوں نے علامہ فضل امام خیر آبادیؒ المتوفی ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء اور مولانا محمد اسحٰق صاحب المولود ۱۱۹۷ھ المتوفی ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء سے۔ مؤخر الذکر شیخ نے شاہ عبد العزیز دہلوی المولود ۱۱۵۹ھ المتوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء اور شاہ رفیع الدین المتوفی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء سے انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ المولود ۱۱۱۴ھ المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء سے انہوں نے اپنے والد محترم حضرت شاہ عبد الرحیم المولود ۱۰۵۰ھ المتوفی ۱۱۳۱ھ سے انہوں نے

---

[1] کیونکہ حضرت بلیاویؒ نے حضرت شیخ الہند سے ملا حسن وغیرہ کا درس حاصل کیا ۱۲

علامہ میر زاہد ہروی المتوفی سنہ ۱۱۰۱ھ یا سنہ ۱۱۱۱ھ سے انہوں نے علامہ ملا محمد فاضل بند خشانی سے انہوں نے ملا یوسف کوسج سے انہوں نے مرزا جان شیرازی سے انہوں نے جلال الدین محقق دوانی المتوفی سنہ ۹۰۷ھ سے۔ انہوں نے اپنے والد محترم ملا اسعد سے انہوں نے سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی المتوفی سنہ ۷۹۲ھ سے انہوں نے قطب الدین رازی صاحب قطبی المتوفی سنہ ۷۶۶ھ اور علامہ عضد الدین صاحب مواقف و عقائد عضدیہ سے۔ اور قطب الدین رازی نے صاحب رسالہ شمسیہ علامہ نجم الدین عمر بن علی سے۔ انہوں نے علامہ نصیر الدین طوسی المولود سنہ ۵۹۷ھ المتوفی سنہ ۶۹۲ھ سے کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (شاندار ماضی۔ حیات ولی و کتب مختلفہ)

واضح رہے کہ علامہ محقق طوسی اور شیخ ابو علی حسن بن عبد اللہ بن سینا صاحب الشفاء و الاشارات والنجاۃ والقانون وغیرہ المتوفی سنہ ۴۲۸ھ کے درمیان ۱۶۹ سال کا فاصلہ ہے۔ ابن سینا اور امام غزالی المولود سنہ ۴۵۰ھ کے درمیان ۲۲ سال کا فاصلہ ہے۔ ۱۲

کتب حکمت

صاحب ہدایۃ الحکمۃ: حضرت شیخ اثیر الدین مفضل بن عمر الابہری المتوفی سنہ ۶۶۰ھ ہے۔ ابہر قصبہ ابہر کیطرف منسوب ہے جو عراق سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ کتاب ہدایۃ الحکمۃ فن حکمت کی کتابوں میں ایک جامع اور قابل قدر متن ہے۔

صاحب کتاب میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ

قاضی میر ملا سید حسین بن معین الدین میبذی حسینی متوفی سنہ ۹۱۰ھ ہے۔ میبذی قریہ میبذ کیطرف منسوب ہے۔ جو یزد کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ اس کتاب کے کثیر حواشی میں مولانا محمد عین القضاۃ بن السید محمد وزیر حیدرآبادی کا حاشیہ زیادہ مقبول ہے کیونکہ انہوں نے مولانا محمد یوسف کوسج قرابانی، مولانا شمسا جیلانی اور مصلح الدین لاری وغیرہم سے بھی انتخاب فرمایا۔

صاحب صدرا شرح ہدایۃ الحکمۃ

حضرت ملا صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی المتوفی سنہ ۱۰۵۰ھ ہے۔ جو سید باقر داماد کے

حاشیہ سلہ قاضی عضد الدین عبد الرحمن بن احمد الایجی ۱۲

خاص شاگرد ہیں۔ آپ وہ صدر الدین شیرازی المتوفی ۱۰۵۰ھ نہیں جو علامہ محقق دوانی کا معاصر تھا

صاحب شمس بازغہ، الفرائد، اقسام النسوان ورسالہ فی وحدۃ الوجود

ملا محمود بن محمد بن شاہ محمد فاروقی جونپوری ہے۔ مورخ علامہ غلام علی بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی فاروقی معروف بہ مجدد الف ثانی المولود ۹۷۱ھ المتوفی ۱۰۳۴ھ اور صاحب شمس بازغہ کو ہندوستان میں بے نظیر لکھا۔

بعض معتبر حضرات سے سنا گیا کہ ملک ہند میں چار علماء کیاب بے نظیر اور ذکی گذرے۔ مذکورۃ الصدر دونوں حضرات کے علاوہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ المتوفی ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء اور قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء بانی دار العلوم دیوبند بھی ہیں۔

صاحب شمس بازغہ ایسے ذکی اور ذہین تھے جنہوں نے تمام علوم و فنون میں مہارت حاصل کر کے سترہ سال کی عمر میں فراغت پائی۔ اور آپ کے اساتذہ میں آپ کا دادا شاہ محمد المتوفی ۱۰۳۱ھ اور شیخ محمد افضل جونپوری قابل ذکر ہیں۔ اور آپ کے بارہ میں یہ حکایت منقول ہے کہ آپ سے تمام عمر میں قول مرجوع عنہ نہیں صادر ہوا۔ یہ کتاب آپ کی اشہر تصانیف سے ہے۔ پہلی مرتبہ آپ نے ایک متن لکھا تھا۔ پھر خود اس کی شرح شمس بازغہ تصنیف فرمائی۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں الفرائد شرح فوائد الغیاثیہ۔ ایک رسالہ فارسی مسمیٰ اقسام النسوان، رسالہ فی وحدۃ الوجود، رسالہ فی الکلی والجزئی، رسالہ فی تحقیق اجتماع النقیضین وغیرہ معروف و مشہور ہیں۔

بادشاہ شاہجہاں کے زمانہ میں آپ کا بہت اعزاز ہوا۔ شاہزادہ محمد شجاع آپ ہی کا شاگرد تھا۔ اور آپ کے تلامذہ میں مولانا عبد الباقی جونپوریؒ صاحب الآداب الباقیہ والابحاث الباقیہ" مولانا عبد الرشید جونپوریؒ صاحب الرشیدیہ شرح الشریفیہ وغیرہ مایۂ ناز شاگرد ہیں۔ آپ نے ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات۔ فخر آفاق ہے۔
۱۰۶۲

شیخ محمد افضل جونپوری ابھی زندہ تھے۔ آپ کو اپنے شاگرد رشید کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ اس کے بعد آپ کو کبھی مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا گیا۔ انتہا یہ چالیسویں روز حضرت استاد کا بھی وصال ہو گیا۔

کسی نے خوب تاریخ کہی۔ ز محمود و افضل بگو آہ۔ آہ
۱۰۶۲ھ

مصنف ہدیۂ سعیدیہ و تاریخ فتنۂ ہندوستان و رسالۃ الالہامیات وغیرہ

حضرۃ الشیخ امام المعقول والمنقول علامہ فضل الحق بن علامہ فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن علامہ عبد الواجد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسمعیل بن قاضی عماد بدایونی بن شیخ ارزانی بدایونی بن شیخ منور بن شیخ خطیر الملک بن شیخ سالار شام بن شیخ وجیہ الملک بن شیخ بہاؤ الدین بن شیر الملک[1] فاروقی خیرآبادی ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ نے چار ماہ اور چند روز میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور آپ نے علوم معقول و منقول اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب دہلویؒ اور حضرت مولانا عبد العزیز صاحب دہلویؒ قدس سرہما کے بارگاہ فیض پناہ سے علم حدیث کی خوشہ چینی کی۔ تیرہ سال کی عمر میں تمام عقلی و نقلی علوم کی تکمیل کر لی۔ مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں مسند درس و تدریس میں رونق افروز ہوئے۔ آپ نے علمی سمندر سے بہت تشنگان علوم کو سیراب فرمایا۔

آپ کی تصنیفات میں رسالۃ الاجناس العالیہ فی شرح الجواہر العالیہ، حاشیہ قاضی مبارک، حاشیۂ افق المبین، حاشیۂ تلخیص الشفاء، حکمت طبعیہ، رسالہ تحقیق العلم والمعلوم رسالۂ روض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود، رسالہ تحقیق الاجسام، رسالہ تحقیق الکلی الطبعی رسالۃ التشکیک، رسالۃ الالہامیات، تاریخ فتنۂ ہندوستان، الثورۃ الہندیہ، ہدیۂ سعیدیہ وغیرہ ہیں۔

خود علامہ خیرآبادی اپنی خود نوشت سوانح "الثورۃ الہندیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کا مشہور ہنگامہ شروع ہونے کے بعد ملکۂ وکٹوریہ کی طرف سے میرے لئے عبور دریائے شور کی سزا تجویز ہوئی۔ اور تمام مال و اسباب حتیٰ کہ کتابیں بھی ضبط کر لی گئیں۔ پھر مجھے دریائے شور کے کنارے ایک ایسے پہاڑ پر پہنچا دیا گیا۔ جس کی آب و ہوا ناموافق، جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا ہے۔ اس کی گھاٹیاں دشوار گذار۔ نسیم صبح بھی باد سموم سے زیادہ گرم، غذا حنظل سے زیادہ کڑوی اور زہر ہلاہل سے زیادہ مضر۔ اس کے پانی سانپوں کے زہر سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ غرض دنیا کی کوئی مصیبت یہاں کی مصیبتوں پر قیاس نہیں کی جاسکتی۔ آپ کو پہلے صفائی کے کام پر لگایا گیا تھا مگر کچھ دنوں کے بعد آپ کو محرری کے کام پر لگا دیا گیا۔ اور اس تبدیلی کا سبب آپ کا علمی تبحر ہوا

[1] یہ شیر الملک حضرت ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کے اجداد میں سے ہیں (شاندار ماضی)

صورت یہ ہوئی کہ سپرنٹنڈنٹ کے پاس علم ہیئت کی ایک قلمی کتاب تھی۔ سپرنٹنڈنٹ کے یہاں ایک مولوی صاحب کام کرتے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ نے مولوی صاحب کو وہ کتاب دی کہ اس کی غلطیاں درست کردیں۔ مولوی صاحب یہ کتاب آپ کے پاس لے آئے۔ آپ نے نہ صرف عبارتیں درست کیں۔ بلکہ جگہ جگہ مضمون کی بھی تصحیح و توضیح کردی۔ اور کتابوں کے حوالے بھی درج کردئے سپرنٹنڈنٹ کو جب آپ کے فضل و کرم کا احساس ہوا تو اس نے صفائی کی خدمت سے ہٹا کر محرری میں لگا دیا۔

ایک دفعہ ملکہ وکٹوریا نے آپ کو کہا۔ کہ اگر آپ میری مدح میں ایک قصیدہ لکھے تو میں جیل سے رہائی دونگی۔ حضرت والا نے یہ سنتے ہی اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا کہ جس زبان نے نبیؐ کے بارے میں نعت کہی پھر اگر وہی زبان نے ملکہ وکٹوریا کی تعریف کی تو میں اس کو کاٹ ڈالوں گا۔ آپ کی وفات بحالت حکم رہائی ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو واقع ہوئی۔ در شاندار اسلاف ندر

صاحب ملا حسن و معارج العلوم و رسالہ غایۃ العلوم

حضرت ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ بن محمد سعد بن القطب لکھنوی ہے۔ جن کو اپنے زمانہ میں فلسفہ اور منطق کے امام مانے جاتے تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد بھی زیادہ ہیں۔ جیساکہ یہ کتاب ملا حسن شرح سلم العلوم موجہات کی بحث تک ہے۔ و شرح مسلم الثبوت و حواشی شرح ہدایۃ الحکمۃ للصدر الشیرازی و حواشی شمس بازغہ و الحواشی علی الحواشی الزاہدیہ المتعلقۃ بشرح المواقف۔ و حواشی الزاہدیہ علی الرسالۃ القطبیہ اور فن منطق میں معارج العلوم اور فن حکمت میں رسالہ غایۃ العلوم وغیرہ ہیں۔

آپ علوم ظاہری میں ملا کمال الدین کے خاص شاگرد ہیں۔ اور علوم باطنی میں شاہ اسحٰق خاں نجیب آبادی پوری زرّاقی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ سلطان شاہ عالم کے زمانہ میں مورخہ ۳ صفر رامپور کے شہر مصطفےٰ آباد ۱۱۹۹ھ میں وفات پائی۔

صاحب قاضی مبارک

فاضل محقق علامہ محمد مبارک بن دائم گوپاموی گوپالپوری فاروقی المتوفی ۱۱۶۲ھ ہے۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ المولود ۱۱۱۴ھ المتوفی ۱۱۷۶ھ بن حضرت شاہ عبدالرحیم بانی مدرسہ رحیمیہ دہلی وغیرہ کے فلسفہ اور منطق کا استاد تھے

صاحب حمد اللہ

فضیلۃ الشیخ حمد اللہ بن شکر اللہ سندیلی المتوفی سنہ ۱۱۶۰ھ ہے،

صاحب رسالۃ الشمسیہ و صاحب شرح اشارات و تجرید

مصنف رسالۃ الشمسیہ علامہ نجم الدین عمر بن علی قزوینی جو کاتبی کے ساتھ معروف و مشہور تھے آپ مشہور شخصیت علامہ نصیر الدین طوسی[1] صاحب شرح اشارات و تجرید کے مخصوص شاگرد ہیں۔ آپ کے علاوہ مولانا قطب الدین شیرازی بھی علامہ طوسی کے مایۂ ناز تلمیذ ہیں۔

آپ نے فن منطق میں اس مختصر رسالہ کو خواجہ شمس الدین محمد کے لئے قلمبند فرمایا تھا۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے رسالہ ہذا کا نام "شمسیہ" رکھا گیا۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی ۷۵۲ھ اور بحوالہ کشف الظنون ۷۵۲ھ کو سعدیہ "شرح رسالہ شمسیہ شہرِ جام" میں تصنیف کی اور اسکی دوسری اہم شرح قطبی ہے۔

صاحب قطبی، المحاکمات و لوامع الاسرار، و وجہ تالیف میر قطبی

علامہ قطب الدین محمود بن محمد رازی کا المتوفی ۷۶۶ھ ہیں لیکن صاحب کشف الظنون نے محمد بن محمد رازی لکھا یہ کتاب رسالہ شمسیہ کی بہترین شرح ہے۔ اس کا اصل نام تحریر القواعد المنطقیہ فی شرح الشمسیہ" ہے لیکن مصنف کے نام کی طرف نسبت کرکے قطبی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں جامع اور دقیق ہے نیز اکثر دینی اداروں میں داخل نصاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وزیر غیاث الدین محمد بن خواجہ رشید جو بادشاہ خدابندہ کے وزیروں میں سے تھے ان کے لئے یہ کتاب مصنف مذکور نے تالیف فرمائی۔ آپ کی تصنیفات میں سے "المحاکمات"، لوامع الاسرار فی شرح مطالع الانوار وغیرہ بھی ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی نے جو سعدیہ نامی ایک شرح لکھی اس میں ان کے استاد علامہ قطب الدین رازی پر بہت اعتراض کئے ہیں۔ حضرت علامہ میر سید شریف المتوفی ۸۱۶ھ صاحب نحو میر نے ان تمام اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے میر قطبی لکھی۔ اس کی تصنیف سے ۷۸۳ھ میں فارغ ہوئے جس کو حاشیہ کوچک بھی کہا جاتا ہے۔ میر سید شریف حضرت قطب الدین رازی صاحب قطبی والے کے پاس استفادہ کرنے کے

[1] نصیر الدین طوسی المولود ۵۹۷ھ و المتوفی ۶۷۲ھ (کشف الظنون) یا ۶۷۳ھ (صدرا)

لئے گئے تھے۔ لیکن جب قطب الدین رازی بوجہ بوڑھاپے کے پڑھانے سے عذر خواہی کی تو ان کے خاص خاص تلامذہ مولانا برہان الدین اور مبارک شاہ مصری وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ پس قطب الدین رازی میر سید شریف کا دادا استاد ہوا۔ بعض کتاب میں براہ راست ان سے بھی شرف تلمذ حاصل ہونے کا ذکر ہے۔

صاحب رسالہ میر زاہد، میر زاہد علی امور عامہ، میر زاہد علی ملا جلال و رسالہ قطبیہ

مرزا محمد زاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی المتوفی ۱۱۰۱ھ یا ۱۱۱۱ھ ہے آپ کے والد قاضی اسلم جہانگیر کے عہد میں ہرات سے ہندوستان آئے۔ اور اپنی ذاتی خوبیوں اور علمی قابلیتوں کی وجہ سے جہانگیر کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ اور آپکو قاضی القضاۃ کے معزز منصب پر ممتاز کیا۔ قاضی اسلم کے فرزند ارجمند مرزا محمد زاہد تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ جیسے بے نظیر جودت ذہن اور عدیم المثال فہم فراست والا اس زمانہ کے تمام اجلہ علماء کے حلقے میں نہ تھا۔

مؤلف علام ۱۰۷۵ھ کو اورنگ زیب کے عہد میں منصب احتساب پر فائز تھے۔ ایک مدت کے بعد اس عہدے سے مستعفی ہو کر کابل تشریف لے گئے۔ اور عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی۔ آپ علم ظاہری کے علاوہ باطنی علم کا بھی کافی حصہ رکھتے تھے۔ اور آپ جامع کمالات ہونے پر آپ کے حواشی و تصنیفات بیّن شاہد ہیں۔ آپ کو صاحب زواہد ثلثہ یعنی رسالہ میر زاہد، میر زاہد علی امور عامہ، میر زاہد علی ملا جلال کے ساتھ یاد کی جاتی ہے۔

آپ کی تصنیفات میں رسالہ قطبیہ، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ تصور و تصدیق، حاشیہ شرح تجرید اور حاشیہ ہیاکل النور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی المولود ۱۰۵۴ھ المتوفی ۱۱۳۱ھ والد محترم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، جس زمانہ میں آپ کے پاس شرح مواقف وغیرہ پڑھتے تھے آپنے شرح مواقف کا مشہور حاشیہ تحریر فرمایا اور شاہ عبدالرحیم صاحب نے آپ سے منطق و فلسفہ کی تمام کتابیں پڑھیں (شاندار ماضی، حیات ولی اللہ وغیرہ)

صاحب مرقات

امام المعقولات مولانا فضل امام بن شیخ محمد ارشد فاروقی خیر آبادی ہے جو فضل الحق خیر آبادی اسیر

انڈیمن کیا یا جان اور مولانا عبد الحق خیر آبادی کا دادا ہے۔ جن کا سلسلہ نسب بیس واسطوں سے حضرت عمر بن خطاب تک پہنچتا ہے۔ اور تیرہ واسطوں کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شجرہ نسب سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد شیخ محمد ارشد فرشتہ صفت انسان تھے۔ نیز مؤلف علام بڑے ذہین وحید تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ علامہ سید عبد الواحد خیر آبادی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ دار السلطنت دہلی میں چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز تھے۔ امور ملازمت انجام دینے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتدریس کا مشغلہ ہمیشہ جاری رکھا۔ علوم باطنی میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ مولانا شاہ صلاح الدین گوپاموی کے مرید تھے۔ آپ کے معاصرین علماء میں حضرت شاہ عبد العزیز المولود ۱۱۵۹ھ المتوفی ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۴ء اور شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین دہلوی المتوفی ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۸ء وغیرہ ہیں۔ آپ نے بتاریخ ۵ ذی قعدہ ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تصانیف میں حاشیہ میر زاہد، حاشیہ ملا جلال اور تلخیص الشفاء اور یہ کتاب مرقات وغیرہ ہیں۔

مصنف شرح تہذیب، شرح القواعد، شرح العجالہ

علامہ زمان، فائق اقران حضرت عبد اللہ بن حسین یزدی ہے۔ جو ظاہری صورت وسیرت کے حامل اور باطنی علوم ومعارف میں جامع تھے۔ ہمیشہ چہرے سے خوف وخشیت خداوندی نمایاں تھی۔ آپکی چمنستان کمالات سے ہزار ہا لالہ وگل چناچہ ہیں ابہار العاجلی، ابراہیم الہمدانی وغیرہ کو امتیازیت حاصل ہے۔

آپ کی تالیفات کثیر ہیں۔ شرح القواعد، شرح العجالہ، حاشیہ شرح مختصر التلخیص وحاشیہ علی حاشیۃ الخلخالی علی الشرح المذکور اور شرح تہذیب جو حلقۂ درس وتدریس میں بہترین کتاب اور متداول ہے۔

<u>آپ نے شہر اصفہان ۱۰۱۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا</u>

مصنف ملا جلال وشرح عقائد جلالی

علامہ محقق جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی الدوانی الشافعی المتوفی ۹۰۸ھ ہے۔ آپ کی ملا جلال شرح کتاب تہذیب زیادہ مقبول ہے۔ صرف خطبہ کی شرح ہمارے سامنے متداول ہے

آپ کے والد صاحب میر سید شریف جرجانی اور محمد بن محمد الجزری صاحب کتاب جزری" و حصن حصین کے شاگرد تھے محقق دوانی اقلیم فارس کے قاضی تھے۔ آپکی تصنیفات میں الحواشی القدیمہ والجدیدہ علیٰ شرح التجرید حاشیہ علیٰ شرح المطالع، شرح العقائد جلالی، والحواشی علیٰ القطبی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

صاحب تیسیر المنطق

حضرت مولانا عبداللہ گنگوہی جو صاحب تالیفات کثیرہ ہیں۔ ۱۵ ر رجب ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی"۔

"کتب تجوید"

صاحب جزری و حصن حصین و تقریب النشر و ادلۃ الواضحہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ وغیرہ

صدر القراء قاضی القضاۃ امام ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد علی بن یوسف بن عمر جزری شافعی ۲۵ ر رمضان المبارک ۷۵۱ھ کو شنبہ کی رات بعد نماز تراویح دمشق میں پیدا ہوئے۔ اور اسی شہر میں نشو و نما پائی۔ پھر ملک دیار بکر میں موصل کے قریب ایک جزیرہ کے رہنے والے تھے۔ اور قوم میں بنی شافع کے قبیلوں میں سے تھے بایں کہ شافعی المذہب تھے۔ اس لئے جزری یا ابن جزری اور شافعی کے ساتھ مشہور ہوئے۔

آپ کے والد تاجر تھے، مدت دراز تک اولاد نہ ہوئی۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے اور آب زمزم پیکر اولاد کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بزرگوار فرزند عنایت فرمایا۔ آٹھواں طبقہ کے مفسر ابوالفداء حافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ سے فقہ و حدیث کو حاصل کیا۔ اس کے بعد ابن ابی المیلہ، صلاح بن ابی عمر بن کثیر، عزالدین بن جماعہ اور محمد بن اسمٰعیل نجار اور دیگر ائمہ فنون سے حدیث و تجوید کی تکمیل کی۔ پھر قاہرہ جو (مصر کا دارالسلطنت ہے) اسکندریہ اور بلاد مغرب میں گشت کرکے علم قرأت میں مہارت کلیہ حاصل کی پھر مصر میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام دارالقرآن رکھا۔ اس کے بعد بلاد روم میں تشریف لے گئے۔ اور اس وسیع اور کشادہ ملک میں علم قرأت وحدیث کی اشاعت کی۔ اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں آپ کو علم قرأت کے امام تسلیم کئے گئے۔

خوش پوشاک، تیز زبان اور فصیح و بلیغ آدمی تھے۔ ملک روم میں آپ کو امام اعظم کا لقب دیا گیا۔ بارہا طواف سے مشرف ہوئے۔ اور آخر شیراز میں رہ پڑے۔ قرأت قرآن، اسماع حدیث اور عبادت انہیں تینوں شغلوں سے آپ کے اوقات معمور تھے۔ مزید برآں تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ سفر و حضر

میں قائم اللیل اور بڑے زاہد و شاغل تھے۔ دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی کبھی فوت ہونا نہیں دیا۔ اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے برابر رکھتے تھے۔ آپ کی جس قدر تصنیفات و تالیفات ہیں۔ وہ سب مفید اور نافع ہیں

انکی تصانیف علامہ ابو القاسم عمر بن فہد نے اپنے والد حافظ تقی الدین کے (معجم شیوخ) میں ان کی اٹھالیس تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جنمیں وظائف و ادعیہ کی مشہور کتاب حصن حصین اور فن قرأت میں کتاب جزری اور النشر فی قراءۃ العشر اور اس کا مختصر تقریب النشر، طیبۃ النشر (منظومہ) اور الواضحہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ، الجمال فی اسماء الرجال، بدایۃ الہدایہ فی علوم الحدیث والروایہ، توضیح المصابیح، الجوہر العلیہ فی علوم العربیۃ، عقود اللآلی فی الاحادیث المسلسلۃ والعوالی وغیرہ ہیں۔ آپ نے ۸۳۳ھ میں جمعہ کے دن انتقال فرمایا۔

ایک روز ایک مجلس میں جب شمائل ترمذی کا ختم ہوا اور شاگرد اس کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دو لطیف شعر نظم فرمائے۔

اخلائی ان شط الحبیب و ربعہ ؛ وعز تلاقیہ و ناءت منازلہ

اے میرے دوستو! اگر حبیب اور اس کا مکان دور ہو گیا ہے۔ اس سے ملاقات کرنا دشوار ہو گیا ہے اور اس کی منزلیں بعید ہو گئی ہے

فان فاتکم ان تبصروہ بعینہ ؛ فما فاتکم بالسمع ھذی شمائلہ۔

اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا ہے تو اس کی جزوں کا تو سننا فوت نہیں ہوا۔ یہ ہیں ان کی پاک عادتیں۔

(بستان المحدثین وغیرہ مع تغیر یسیر)

مصنف شاطبی

انکی کنیت ابو محمد قاسم نام اور باپ کا نام فیرہ ہے۔ مشرقی اندلس کا باکمال انسان پیدا کرنے والا شہر شاطبہ میں ۵۳۸ھ کو آپ پیدا ہوئے۔ آپ فن قرأت میں مشہور امام تھے۔ اس کے علاوہ تفسیر و حدیث کے زبردست عالم اور فن نحو کے امام تھے۔ علم تعبیر رؤیا سے بھی کافی وابستہ تھے۔

فن قرأت قاری ابو عبداللہ اور قاری ابو الحسن اندلسی سے اور علم حدیث ابن سعادہ خزرجی وغیرہ سے حاصل کیا۔ صحیح بخاری و مسلم اور مؤطا پر ایسی مہارت حاصل تھی جب طلبہ آپ کے سامنے پڑھتے تھے تو آپ اپنے حافظہ سے ان کے نسخوں کو صحیح کر دیتے تھے۔ اور کثرت سے نکات و رموز بیان فرماتے تھے۔ لایعنی باتوں اور فضول کلام سے سخت احتیاط تھی۔ شدت مرض کی حالت میں بھی آپ سے کبھی بے صبری کی شکایت

اور آہ وزاری صادر نہ ہوتی تھی، جب کسی نے مزاج پرسی کی تو خیریت کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے ۵۷۲ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے باکمال وزیر قاضی فاضل کے ہاں مہمان ہوئے۔ وزیر مصر نے مہمان مکرم کی یہ ضیافت کی کہ خصوصی طور پر آپ کے لئے ایک مدرسہ بنوایا تھا اور حضرت امام شاطبی اس مدرسہ میں کلام اللہ شریف، قرأت، نحو، لغت پڑھایا کرتے تھے۔

علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ بندہ نے ان کی ذات گرامی سے براہ راست مستفیدین حضرات کو وہاں دیکھا۔ ۲۸ جمادی الاولیٰ روز یکشنبہ ۵۹۰ھ کو دیار مصر میں اپنے وجود مسعود سے دنیا کو ۵۲ سال تک متبرک فرمانے کے بعد انتقال کر گئے۔

امام شاطبی کو اس مقبرہ میں سپرد خاک کئے گئے جس کو مذکورۃ الصدر وزیر قاضی فاضل نے اپنے لئے بنوایا تھا۔

صاحب نزہۃ القاری

حضرت علامہ قاری ابراہیم خلیل صاحب چاندپوری (بنگلہ دیش) خلیفہ خاص حضرت رشید احمد گنگوہی ہیں۔ آپ نہایت سوز وگداز والے عارف باللہ اور باکمال شیخ تھے۔ ہزارہا انسانوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ علم قرأت وتصوف سے بہت زیادہ شغف تھا۔ ان کے متعلقین میں بھی سوز وگداز کا اثر نمایاں تھا۔ آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا اسحٰق صاحب چرمنوئی بڑے بزرگ متقی تھے۔ غالباً بنگال میں علم تجوید کا سلسلہ آپ ہی کی ذات سے شروع ہوا۔

صاحب فوائد مکیہ

عالم علیمی، فاضل لوذعی استاذ اساتذۃ الہند حضرت مولانا قاری عبد الرحمن بن محمد بشیر خان صاحب مکی ہیں۔ آپ الٰہ آباد میں پیدا ہوئے لیکن مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرمائے اس لئے آپ کو مکی کہا جاتا ہے۔ آپ ۱۳۱۲ھ میں مدرسہ احیاء العلوم متصل کلاں اسٹیشن الٰہ آباد میں کئی سال تک فن تجوید کی امتیازی خدمت کی۔ اس زمانہ کے تلامذہ الحاج حافظ مولانا قاری محمد عبد الوحید صاحب صدر مدرس فن قرأت دارالعلوم دیوبند صاحب ہدیۃ الوحید قابل ذکر ہیں۔

صاحب ہدیۃ الوحید

حضرت مولانا قاری محمد عبدالوحید صاحب ۷ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ مطابق یکم مارچ ۱۸۷۹ء
بروز شنبہ بوقت ۱۰ بجے الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام سعادت علی خان ۱۲۹۶ ہے۔
آپ نے علوم ابتدائیہ کی تحصیل کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن مجید سے بھی ۱۳۱۲ھ میں فارغ ہوئے۔
۱۳۱۴ھ سے لیکر ۱۳۲۱ھ تک مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد میں صاحب فوائد مکیہ کی خدمت میں رہے اور
کتب عربیہ درسیہ کے ساتھ ساتھ علم قرأت میں بھی آپ کو کافی دسترس حاصل تھی۔ ۱۳۱۹ھ میں قرأت
حفص کی سند اور ۱۳۲۰ھ میں قرأت سبعہ متواترہ کی بھی سند اجازت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۲۱ھ میں
بواسطہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مرکزی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں فن تجوید کا
مدرس مقرر ہوئے۔ اور آپ نے وہاں ۱۳۲۱ھ سے لیکر ۱۳۵۶ھ تک نہایت انہماک کے ساتھ اطراف
عالم میں علم قرأت کی روشنی پھیلائی۔

صاحب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، حجۃ اللہ البالغہ، المسوی والمصفّٰی وغیرہ

قدوۃ الامۃ صدر الائمۃ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بن حضرت علامہ شیخ عبدالرحیم قدس سرہما
۴ شوال ۱۱۱۴ھ چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت حضرت شیخ محمد کی عصمت مآب اور محترمہ
صاحبزادی کے باجاہ و جلال بطن سے پیدا ہوئے۔ عمر کا دسواں سال کا شروع تھا کہ آپ نے شرح جامی
وغیرہ کا درس اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ اور چودہ سال کی عمر میں علوم متعارفہ سے فارغ التحصیل ہو
گئے۔ اور اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالرحیم سے علم سلوک کا بھی کافی حصہ حاصل کر لیا۔ چنانچہ اسی سال آپ
کے والد محترم نے آپ کے سر پر فضیلت کا عمامہ رکھا۔ اور علوم متعارفہ اور سلوک تصوف کے درس کی عام اجازت
دی۔ اس کے بعد محدث محمد افضلؒ معروف حاجی سیالکوٹی وغیرہ سے بھی آپ کو اجازت عامہ حاصل ہوئی۔
آپ ۱۱۴۳ھ میں خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور کامل ایک سال تک مدینہ طیبہ کی شرف
صحبت سے معزز ہو کر شیخ ابوطاہر بن ابراہیم مدنی کردیؒ اور دیگر مشہور و نامور مشائخ عرب سے روایت
حدیث حاصل کی۔

حضرت موصوف بقول حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کے ان افراد امت میں سے ہیں کہ سرزمین
ہند میں اگر صرف شاہ ولی اللہؒ ہی پیدا ہوتے تو ہندوستان کے لئے یہی فخر کافی تھا۔ آپ مجدد۔ اسلام کے بہترین

متکلم حکیم زبردست عالم ربانی اور اسلامی فلاسفر تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل المولود سنہ ۱۶۴ھ المتوفی ۲۴۱ھ نے پہلی صدی کے خاتمہ کا مجدد حضرت (عمر) بن عبد العزیز المتوفی سنہ ۱۰۱ھ اور دوسری صدی کا مجدد امام شافعی المولود سنہ ۱۵۰ھ المتوفی سنہ ۲۰۴ھ کو مانا ہے۔ تیسری صدی میں امام ابو الحسن اشعری المولود سنہ ۲۶۰ المتوفی سنہ ۳۲۴۔ اور پھر امام الحرمین ابو المعالی استاذ امام غزالی وائس چانسلر مدرسہ نظامیہ اور امام غزالی المولود سنہ ۴۵۰ھ المتوفی سنہ ۵۰۵ھ اور تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حافظ ابن تیمیہ المولود سنہ ۶۶۱ھ المتوفی سنہ ۷۲۸ھ وغیرہ کو بہتوں نے اس منصب کے قابل قرار دیا۔

ہندوستان میں دسویں صدی کے خاتمہ اور گیارہویں صدی کے آغاز پر حضرت شیخ احمد سرہندی المولود سنہ ۹۷۱ھ المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ اور بارہویں صدی کے وسط میں صاحب تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ اور تیرھویں صدی کے وسط میں شاہ محمد اسمٰعیل شہید بالاکوٹؒ کو مجدد تسلیم کیا گیا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ نے خود بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آپ کی تالیفات آپ کی تالیفات میں فتح الرحمٰن ترجمۂ قرآن کریم فارسی و فتح الخبیر بما لا بد من حفظہ فی علم التفسیر، المسوی والمصفی شرح الموطا۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ البدور البازغہ۔ ازالۃ الخفاء قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین۔ الانصاف۔ عقد الجید، تحفۃ الموحدین، شرح تراجم ابواب صحیح بخاری شریف۔ التفہیمات الالٰہیہ۔ الخیر الکثیر۔ فیوض الحرمین۔ در الثمین۔ انفاس العارفین۔ القول الجمیل۔ الانتباہ۔ الارشاد فی مہمات الاسناد۔ الهوامع اور الفوز الکبیر فی اصول التفسیر فارسی وغیرہ ہیں۔ فوز الکبیر کو عربی میں منتقل کرنے والا علامہ محمد منیر الدمشقی از فضلائے جامع الازہر مصر ہیں۔

صاحب مناظرۂ رشیدیہ و زاد السالکین

حضرت علامہ شیخ عبد الرشید جونپوری عرف شمس الحق قدس اللہ سرہ ہیں۔ آپ شیخ فضل اللہ جونپوری۔ اور ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ کے تلمیذ خاص ہیں۔ اور اپنے والد شیخ مصطفےٰ کے مرید تھے ابتدا میں درس و تدریس میں مشغول رہے اس کے بعد اس سلسلہ کو چھوڑ کر کتب تصوف کے مطالعہ میں تمام وقت صرف کرنے لگے۔ شیخ محی الدین ابن عربی المتوفی سنہ ۶۳۸ھ کی تصانیف میں جن عبارتوں پر علمائے شریعت کے اعتراض ہے ان کی توضیح و تشریح کی۔

شاہ جہاں بادشاہ نے آپ سے ملاقات کرنی چاہی۔ اپنے ایک مصاحب خاص کو منشور طلب

حوالہ کرکے شیخ کی خدمت میں بھیجا مگر حضرت شیخ نے گنج عزلت سے باہر قدم نہ رکھا۔
آپ کی تصنیفات میں فن مناظرہ میں رشیدیہ (جو عام طور پر داخل درس ہے) تصوف میں زاد السالکین شرح اسرار الخلوۃ (مصنفہ شیخ ابن عربی قدس سرہ) رسالہ محکوم متعلقہ شرح بعض مواضع کلام ابن عربی حواشی منفرقہ بر شرح مختصر عضدی۔ حواشی فارسی بر کافیہ۔ اوراد و وظائف میں مقصود الطالبین وغیرہ ہیں۔ آپ بڑے شاعر تھے۔ شمسی آپ کا تخلص تھا۔
سنت نماز صبح پڑھکر فرض کا تحریمہ کیا تھا کہ داعی حق کو لبیک اجابت کہہ ڈالی یعنی آپ نے ۸۳۶ھ یا ۸۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی وغیرہ)

صاحب سراجی و صاحب نعم العروض فی نظم الفروض

صاحب سراجی امام سراج الدین محمد بن محمود بن عبد الرشید سجاوندی حنفی ہیں۔ اس کتاب کا اصل نام "الفرائض السراجیہ" یا فرائض السجاوندیؒ ہے (کما فی کشف الظنون) لغت بہار عجم رحؒ میں لفظ سجاوند کے متعلق تین باتیں منقول ہیں۔ (۱) ملک افغانستان کے حدود کابل میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ (۲) ملک خراسان میں نگارستان کے ایک موضع کا نام ہے۔ (۳) لغت رشیدی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سجاوند، سگاوند کا معرب ہے جو سیستان میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اسی پہاڑی میں کتے زیادہ تھے اس لئے اس کا نام سگاوند رکھا گیا۔

صاحب کشف الظنون نے سجاوندی کی تاریخ وفات نہیں لکھی لیکن انہوں نے شارحین سراجی کے سلسلہ میں لکھا ہے۔ کہ ابوالحسن حیدرہ بن عمر الصنعانی متوفی ۳۵۸ھ نے اس کتاب کی ایک قابل و مقبول شرح لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سراجی کی تصنیف قبل ازیں ہو چکی ہے لیکن بعض نے آپ کو ۶۰۰ھ کے فقہائے احناف شمار کیا ہے۔ اور صاحب منجد نے علامہ سجاوندی کی وفات ۱۲۰۳ء کو لکھا اور فقہ حنفی اور میراث و حساب میں زیادہ ماہر بتایا۔ شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی مصری حنفی المتوفی ۷۸۶ھ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی۔ علامہ سید شریف جرجانی جیسے بڑے بڑے چالیس ہستیوں نے اس کی شروحات لکھیں۔

فن فرائض میں یہی واحد کتاب ہے جو ہر طبقہ کے مدارس دینیہ میں داخل نصاب ہے۔ بہت سے علمائے فحول نے سراجی کو نظم میں کیا ہے۔ اور قطب الارشاد حضرت مولانا مفتی محمد عزیز الحق صاحب

المولود ۱۲۲۳ھ المتوفی ۱۲۸۰ھ بانی جامعہ اسلامیہ پٹنہ نے "نعم العروض فی نظم الفروض" نامی کتاب
میں بھی مسائل سراجی کو فصیح، بلیغ شعروں میں جمع فرمایا۔
نیز سراجی کا انگریزی اور ترکی زبان میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے"

صاحب تعلیم الاسلام وروض الریاحین والبرہان

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ بن شیخ عنایت اللہ بن فیض اللہ بن خیر اللہ بن عباد اللہ شاہجہان پور (روہیل کھنڈ۔ یو۔ پی) کے محلہ زئی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شاہجہان پور کے ایک معمولی مدرسہ عین العلوم میں حاصل کی۔ پھر علوم عالیہ کی تحصیل کے لئے مراد آباد اور دیوبند تشریف لے گئے۔ بچپن ہی سے آپ زیادہ ذہین حاذق سمجھدار اور ہوشیار تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں اپنے ہاتھوں سے ٹوپیاں بنا کر فروخت کرتے اور اپنی سامان زندگی مہیا فرماتے۔ سنہ ۱۳۱۲ھ میں دار العلوم دیوبند کا داخلہ لیا اور ۱۳۱۵ھ میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ دن اپنے وطن شاہجہان پور میں مسند درس و تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ پھر سنہ ۱۳۲۱ھ میں دہلی کے مدرسہ امینیہ میں بحیثیت محدث صرف بیس روپیہ کی تنخواہ پر تشریف لے آئے۔ اور وہاں سکونت اختیار فرمائی۔ دہلی میں رہ کر ۵۲ سال اپنے مذہب اسلام اور اپنے ملک ہندوستان کی بے لوث خدمت کی۔ تدریس وافتاء کے ساتھ ساتھ سیاسی لائن میں بھی نمایاں کام انجام دیا۔

آپ نے سنہ ۱۹۱۹ء میں دوسرے علماء کے ساتھ مل کر جمعیۃ العلماء ہند کی بنیاد رکھی۔ اور آپ ہی اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ اور عرصہ دراز تک صدر رہے۔ ہندوستان کی آزادی میں آپ کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ انقلاب وتحریک میں قائدانہ حصہ لینے کی وجہ سے کئی مرتبہ جیل گئے۔

سنہ ۱۳۳۹ھ میں بانی مدرسہ امینیہ کا انتقال ہو جانے کے بعد آپ ہی مسند اہتمام پر فائز ہوئے دینی مسائل پر چونکہ آپ کو بڑا عبور تھا۔ اس لئے آخر جا کر مفتی اعظم سے مشہور ہو گئے۔ آپ کے فتوی کو ایران، افغانستان، ترکی، مصر، عرب اور افریقہ کے علماء بھی تسلیم کرتے تھے۔

آپ حضرت شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی تیسرے صدر مدرس دار العلوم دیوبند کے ارشد تلامذہ سے تھے۔ اور دار العلوم دیوبند کے ۲۴ مشہور ترین مصنفین میں آپ سیاسیانہ ادیبانہ فقیہانہ مصنف تھے۔ آپ کا علم وفہم علمائے کبار کے پاس تسلیم شدہ تھا۔ حضرت تھانوی جیسی مردم شناس

رستی نے فرمایا: کہ میں مفتی کفایت اللہ صاحب کے تدبر و تفکر اور مولوی حسین احمد کے جوش عمل کا معتقد ہوں۔

تین ماہ شدید بیمار رہ کر ۸۰ برس کی عمر میں ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲ء کے ۳۱ دسمبر بروز سہ شنبہ رات ۱۰ بج کر ۲۵ منٹ پر موت کے مضبوط ہاتھ نے مفتی اعظم کو ہم سے چھین کر لے گیا۔ جنازہ کے ہمراہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب مسلمان، ہندو اور سکھ تھے دوسرے دن شام کو ۵ بجے آپکو شاہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کی تصنیفات میں روض الریاحین، البرہان وغیرہ زیادہ قابل قدر ہیں خصوصاً آپ کی کتاب تعلیم الاسلام عجیب وغریب اور ممتاز کتاب ہے۔ جس سے کمسن بچے کی عقائد درست ہونے کی ایک قابل تحسین ہے۔ (رسالہ دارالعلوم اور بیس بڑے مسلمان)

مصنف راہ نجات

حضرت مولنا حافظ محمد علی ہے جو حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے معاصرین میں سے تھے۔ (وصیت نامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی) اور بعض نے حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو بتایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تـــــــمـــــــت بالخـــــــیر

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد امام المرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین